

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۛ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

# ریو آف ریلیجز

یعنے

دُنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۲

فروری ۱۹۶۲ء

جلد اول

## فہرست مضامین

۶۱ ۶۱	قانون قدرت کی شہادت	۳۵-۵۹	نذہبی مباحثات اور ہم.....
۶۱ ۶۱	صحیفہ فطرت کی شہادت	۳۵	سول سیکڑین اور میگڑین کی غرض...
۶۱	نبیوں کی کتابوں کی شہادت	۳۶	اختلاف رائے میں ہمارا طریق تہذیب -
۶۱	اہل کتاب کی شہادت	۳۸	سلسلہ عالیہ حمیدیہ اور عام مسلمانوں میں امتیاز -
۶۶	مسیح کی ولادت	۴۳	مسیح موعود اور ڈاکٹر کلارک.....
۶۸	ابن الدی حقیقت	۴۴	مشرقی اور حکام.....
۶۸	قرآن کریم کا الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں	۵۴	نذہب کا علمی پیرائے
۶۹	صحابہ اور حواریوں کا مقابلہ	۵۹-۷۳	تشلیت اور توحید.....
۷۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ	۶۰	نجات اور لعنت.....
۷۴-۷۵	بیسویں صدی کی عظیم الشان علمی دریافت		

انجمن ایشیاء اسلام قایم انوار حمیدیہ برقی زبان لالہ امان مین ہاشم بیگم علی شاہ احمدی ملک مطبوعہ پورہ پیر کوٹہ

چند روز قبل - مسعودی کا انگریزی میں تراجم کا آغاز

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## نحمدہ ولی علی رسولہ الکریم

### مذہبی مباحثات اور ہم

سول - میگزین اور میگزین کی غرض

سول بلٹری گزٹ لاہور نے ہمارے شائع کردہ رسالہ کی نسبت ایک فقرہ بہت ناگوار لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس رسالہ (میگزین) کی تحریریں ایک رنگ میں جہاد کی صورت رکھتی ہیں سول اس سے شائد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس میں تیزی اور سخت الفاظ سے کام لیا گیا ہے لیکن جن صاحبوں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا ہے وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جس غرض اور مقصود کی نیت پر ہم نے اس رسالہ کو نکالا ہے اس کا اہم جز تو یہی ہے کہ زمانہ حال میں جو مباحثات مذہبی رنگ میں ہوتے ہیں اور جن کے مفاسد روز بروز زیادہ اور فوائد کم ہیں۔ ان کو علمی رنگ میں لایا جاوے اور سختی اور درشتی کے طریقوں کو مہذبانہ پیرائے میں دلائل اور براہین کے ساتھ بدل دیا جاوے۔ پھر اگر ہم خود ہی اس طریق کو چھوڑ دیں تو گویا ہم اپنے اصلی فرض سے خود ہی دور چلے جانا چاہتے ہیں مان یہ سچ ہے کہ جو شخص ایک رفیقا مراد مصلح کی حیثیت سے کھڑا ہوتا ہے اس کا مخالف رائے لوگوں کی زبانوں سے بچنا بہت مشکل ہے اور یہ ایک ایسا دشوار گزار راہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے بڑی دشواری اور خراش پہنچنے کے بغیر گزر نہیں سکے۔

حضرت مسیح کا تعلیم ذاتی علی اور یہود

حضرت مسیح کی تعلیم جو انجیل میں موجود ہے۔ اس کی نرمی پر پادری صاحبوں کو کس قدر ناز ہے یہاں تک کہ کلکتہ کے ایک بشپ صاحب یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ اخلاق کے سکھانے کے

لئے سرکاری کالجوں اور سکولوں میں لازمی طور پر انجیل کو داخل کر دیا جاوے تو لوگ بے شک اخلاق سیکھیں لیکن یہودیوں کو قدیم سے اس رائے کے ساتھ اختلاف ہے وہ کہتے ہیں - اخلاق اس بات کا نام نہیں کہ لوگوں کو نرم نرم باتیں سکھائی جائیں اور آپ ان پر عمل نہ کیا جاوے اور ان کا یہ اعتراض ہے کہ گویہ مسیح نے کسی مصلحت سے اپنے حواریوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ مگر خود اس نے اپنے دشمنوں سے پیار نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک مکالمہ اور مخاطبہ کے وقت اس نے (مسیح نے) سخت الفاظ سے کام لیا ہے اور بنی اسرائیل کے معزز اور پیشرو لوگوں کی اس نے بہت توہین کی ہے یہاں تک کہ ان کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کا نام حرامکار اور بدکار بھی رکھا ہے۔ اور اگرچہ اس نے لوگوں کو یہ سمجھایا کہ کسی کو احمق مت کہو مگر اس نے خود یہودیوں کے بزرگوں کو سزا اور سائپنوں کے بچے بھی کہہ دیا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ نکتہ چینی کے لئے یہودیوں کو بھی ایک بات ہاتھ لگ گئی۔ گو ہم جانتے ہیں کہ مسیح کے سخت الفاظ بھی یہودہ نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے محل پر چپان ہوں گے اور محض گالیوں کے رنگ میں ہرگز نہیں ہوں گے۔ مگر دشمن جس کی نیت صاف نہیں ہے ہم اس کو کیونکر سمجھا سکتے ہیں؟ کہ وہ محل اور موقعہ کے الفاظ ہیں نہ گالیاں۔ اور اس جگہ تعجب تو یہ ہے کہ یہود کے لئے بظاہر مشکلات پیش آگئی تھیں کہ وہ نبی جو اس قدر نرم تعلیم پیش کرتا ہے کہ ایک گال پر طانچہ مارنے پر گوتام دانت اس کے صدمہ سے ٹوٹ جاوے اور بردباری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ طانچہ کھا کر دوسری گال آگے کرنے کے لئے ہدایت کرتا ہے وہی بظاہر اپنی تعلیم کا پابند دکھائی نہیں دیتا اور سخت الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس کے مقابل یہ یہود ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتے بلکہ استاد و استاد کہتے ہیں۔

در حقیقت یہ ایک ایسا مشکل مقام ہے جس سے ایک کم عقل انسان کو حضرت مسیح کے قول اور فعل میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے اس رسالہ میں تو ایسا کوئی لفظ نہ تھا جو کسی منصف مزاج کے دلپر گراں گذر سکتا۔ یہ تو ہم

قبول کرتے ہیں کہ اختلاف رائے کی حالت میں ہم مشنریوں کے مسلمات کو اپنے مسلمات قرار نہیں دے سکتے اور نہ یہ لکھ سکتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور نہ ان کے مقابل پر اپنی رائے کو مخفی رکھ سکتے ہیں۔ مگر ہم کسی طرح قبول نہیں کر سکتے کہ ایک مخالف رائے انسان جس قدر تہذیب اختیار کر سکتا ہے اس تہذیب کو ہم نے چھوڑ دیا ہے! نہیں بلکہ جا بجا اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ تہذیب کے رو سے شرط ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے تو سول پر یہ واجب ہے کہ ہمارے وہ درشت الفاظ جو ہم نے اپنے شائع کردہ پرچہ میں لکھے ہیں اور جن کو سول نے اس قدر سخت قرار دیا ہے کہ جہاد کے قائم مقام سمجھ لیا ہے وہ براہ مہربانی اپنے پرچہ میں شائع کر دے۔ تا منصفین دیکھ لیں کہ کیا درحقیقت وہ ایسے الفاظ ہیں جن کو نہایت سخت اور جہاد کے ہم رنگ کہہ سکتے ہیں؟ اگر ہم نے ایسا کیا ہے تو بیشک ہم سول اور گورنمنٹ دونوں کے گنہگار ہیں ورنہ ہمارا حق ہے کہ سول خود اپنے قلم سے اس بدنامی کو ہم سے دور کرے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے کہ سول جیسے معزز اخبار کا ایک کلمہ بھی حکام کی نظر میں خطا کی طرف مشکل سے منسوب ہو سکتا ہے تو پھر یہ فقرہ سول کا جو ہماری تحریک کو جہاد کا ہم رنگ قرار دیا ہے۔ جو سراسر دور از حق اور خلاف واقعہ ہے کس قدر حکام کو دھوکہ میں ڈال سکتا ہے۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ مباحث جو مذہبی اختلاف کے متعلق پیش آتے ہیں گو ان کو کیسی ہی نرمی سے بیان کیا جائے مگر پھر بھی فریق مخالف جس کی مرضی کہیو تو وہ باتیں نہیں ہیں ان پر خوش نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہر گز خوش نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام باتیں اس کی قبول نہ کیجاوین مگر جبکہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے جسکے زیر سایہ ہم زندگی بسر کرتے ہیں مذہبی آزادی کو بحال رکھا اور ہر ایک کو اختیار دیا ہے کہ اپنی رائے ظاہر کرے تو اس صورت میں ہماری عالی حوصلہ گورنمنٹ نے اپنی رضامندی اس بات پر ظاہر کر دی ہے کہ جیسا کہ مشنری صاحبان دوسرے مذاہب کی نسبت کھلے طور پر مخالفانہ رائے ظاہر کرتے ہیں ایسا ہی دوسرے مذہب کے لوگ بھی کر سکتے ہیں۔

گورنمنٹ اور مذہبی آزادی



میزان اور مسیح موعود اور مذہبی منافقین کی رنگ

سول نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تحریک غیر قادیان کا کام ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منشاء کے موافق بلکہ انہیں کی تائید میں یہ رسالہ نکلا ہے۔ مگر سول کو شاید معلوم نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مذہبی جنگ و جدل سے سخت متنفر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ لکھا جاوے وہ علمی رنگ کی تحقیقات ہو۔ جیسا کہ طبعی اور ہست کی تحقیقات ہیں۔ وہ مذہبی افسانہ نویسی نہ ہو اور اسی غرض سے یہ رسالہ جاری کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کو باہمی مذہبی جھگڑوں سے اس قدر نفرت ہے کہ چند سال ہوئے آپ نے بحضور جناب نواب لارڈ کرزن صاحب بہادر اسی غرض سے ایک میموریل بھیجا تھا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ کم سے کم دس سال تک اس ملک میں مذہبی مباحثات بند کر دئے جائیں اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے۔ اس درخواست پر تقریباً پندرہ ہزار آدمی کے دستخط بھی تھے مگر افسوس کہ وہ درخواست منظور نہیں ہوئی۔ اور اس میموریل کا لارڈ کرزن صاحب کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ آخر ناچار ہو کر علمی رنگ پر یہ رسالہ جاری کیا گیا تا اسی طرح گورنمنٹ کی آزادی سے فائدہ اٹھا کر سچائی کی خدمت کی جاوے۔

اس زمانہ میں جو دنیا کے تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے ہیں اور ایک عظیم الشان کشتی کی تیاری کر رہے ہیں خدا کی طرف سے ایک مذہب پیدا ہو گیا ہے جو سب سے الگ اور سب کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ وہ کونسا مذہب ہے؟ یہی فرقہ احمدیہ جس کے امام اور پیشرو حضرت میرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں جو خدا سے الہام پا کر اور اس کے نشانوں کی گواہی سے مسیح موعود کا دعوے کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ فرقہ اور دوسرے معمولی مسلمان درحقیقت ایک ہی ہیں

سلسلہ عالمی احادیث اور عام مسلمانوں میں تباہ

فاحش خطا اور بڑی غلطی ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض حکام بھی اسی دھوکے میں ہوں لیکن اصل ایسا نہیں ہے معمولی مسلمانوں کے عقاید جو اکثر بیہودہ قصصوں اور بے ثبوت روایتوں پر مبنی ہیں وہ بالکل اس فرق کے عقاید سے مختلف ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ گو کیسا ہی اپنے حالات کو پوشیدہ رکھیں مگر بعض خیالات ان کے نہ خدا کی مرضی کے موافق ہیں اور نہ قطعاً مسیح ہیں چنانچہ ان میں ایک مسئلہ جہاد بھی ہے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے اس غلط خیال نے اس قدر انکو گرفتار کر رکھا ہے کہ قیامت کے دن تک اس سے نجات نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ایک خونی مہمدی ابھی باقی ہے جو ہر ایک فرقہ سے لڑائیاں کرے گا اور زمین کو خون سے بھر دے گا۔ اور اپنی نادانی سے یہ نہیں سمجھتے کہ دینی سچائیاں خونریزی سے ثابت نہیں ہو سکتیں بلکہ اور بھی اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ اب اس عقیدہ کے مقابل پر ہمارے امام مسیح موعود جو ہیں تعلیم دیتے ہیں یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ اور جو شخص جہاد کرتا اور دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے وہ خدا کا گنہگار ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ سچا مسیح موعود جو دنیا میں آئے گا بلکہ آچکا۔ اس کی ایک ضروری نشانی یہ ہے۔ کہ وہ جہاد نہیں کرے گا اور صرف آسمانی نشانوں اور روشن دلائل سے راہ راست سمجھا دیکھا اسی وجہ سے ہر ایک بیعت کے وقت میں یہ شرط لازمی رکھی گئی ہے کہ یہ جماعت ایسے خیالات سے قطعاً متنفر ہے اور اس کو گناہ سمجھے۔ پس چونکہ عام مسلمانوں کے خونی مسیح اور خونی مہمدی انکار کر دیا گیا ہے اس لئے یہ اختلاف ان کے بغض اور دشمنی کا بہت ہی موجب ہوا اور اسی بنا پر کفر فتوے ہمارے مسیح کی نسبت لکھے گئے۔ کیونکہ اس مسیح کے ظاہر ہونے سے جو حقیقت سچا اور خدا کی طرف سے ہے۔ تمام امیدیں جہاد اور لوٹ اور غنیمت کی خاک میں مل گئیں ورنہ وہ مسلمان جو وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ ایسے شخص سے جو غازی کی صورت پر کھڑا ہوتا ہے کوئی معجزہ بھی طلب نہیں کرتے اور لاکھوں اسکے تابع ہو جاتے ہیں۔ پس کیا سبب ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے اس امام سے ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہو چکا ہے

پھر بھی مولویوں کی طرف سے اسے کافر کا خطاب ہے اس کا یہی سبب ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ گو گورنمنٹ انگریزی کو ہمارے ان اصولوں کی خبر نہ ہو۔ مگر کوئی چیز پوشیدہ نہیں جو ظاہر نہ ہو گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت اپنے تئیں تردد اور شک میں نہ رکھے۔ اور ہر ایک حیلہ سے اور ہر ایک تدبیر سے اس کے اندرونی حالات دریافت کرے بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض گورنمنٹ کی خوشامد کے لئے ہیں مگر میں ان کو کس سے مشابہت دون وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو سورج کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ اور ہزار ہا شہادتیں سنتا ہے۔ اور پھر سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس حالت میں ہمارے امام نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو بائیس برس ہیں اسی تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابوں میں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب شام کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے جن سے گورنمنٹ بے خبر نہیں ہے۔ تو کیا گمان ہو سکتا ہے کہ اتنا لمبا حصہ زندگی کا جس نے پیرانہ سالی تک پہنچا دیا اتفاق میں بسر کیا ہے۔ اور وہ شخص جو ہزار ہا انسانوں کو تعلیم دیتا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ ہر ایک شخص سے جوڑا بوسے یا جھوٹ کی ان کو رغبت دے اور پھر لوگ اس کے متقدرہ سکین نہیں بلکہ یہی اصول ہیں جو جماعت کو سکھائے جاتے اور ان پر زور دیا جاتا ہے۔ بارہا ہمارے امام نے تعلیم دیتے ہوئے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ میں یسوع مسیح کے قدم پر ہوں اور ایسا اس سے اتحاد رکھتا ہوں کہ خدا کے نزدیک میری آمد اسی کی آمد ہے جیسا کہ یوحنا کی آمد ایلیا کی آمد تھی تو اس صورت میں ضروری تھا کہ میں عیسے مسیح کے رنگ پر غریبانہ وضع پر آتا اور کوئی شائبہ نہ شوکت میرے ساتھ نہ ہوتی ہاں آپ نے ہمارے لئے یہ دروازہ کھول دیا ہے کہ ہم سچائی کو دلائل کے ساتھ پیش کریں اور گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت کو غنیمت سمجھیں کیونکہ کوئی دوسری اسلامی سلطنت اپنے مخالفانہ جوشون کی وجہ سے کبھی ہماری برداشت نہیں کرے گی ۛ

اگر ہم ان نیک ظنیوں سے جو اس گورنمنٹ عالیہ کی نسبت ہمارے دل میں بھری

ہوئی ہیں۔ پورے طور پر قایدہ نہ اٹھا سکیں تو کم سے کم اس قدر تو ہم قطعی یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو اپنے طریقوں سے اسلام پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں وہ اس دانا گورنمنٹ کے نزدیک انصاف اور قانون کے لحاظ سے آزادی سے قایدہ اٹھانے کا کوئی خاص حق ..... نہیں رکھتے بلکہ گورنمنٹ عالیہ کی پولیٹیکل مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ کشادہ پیشانی سے شیروں کے مقابل پر دوسری قوموں کو بھی ایسی آزادی دے جو مشرپوں کو حاصل ہے۔ ہم چونکہ کسی ایسے سلطان کو پیش رو نہیں رکھتے اور نہ رکھنا چاہتے ہیں کہ دوسرے بعض مسلمانوں کی طرح اس کو خلیفۃ المسلمین قرار دیں۔ اس لئے ہم اسی گورنمنٹ سے اپنے دینی حقوق بھی ایسے ہی مانگتے ہیں جیسے کہ دنیوی حقوق۔ ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں کہ ہم مشنری مصنفوں کو کسی طرح راضی کر سکیں۔ گو ہم اس گورنمنٹ محسن کی راہ میں جان دینے کو بھی تیار ہیں۔ ہم درد دل سے کہتے ہیں کہ بے شک ہمارے لئے یہ ایک سخت ابتلا کا موقعہ ہے کہ ایک کامل تحقیق اور تدقیق جو بپائیہ ثبوت پہنچ گئی ہے وہ گورنمنٹ عالیہ کے مذہب سے ہمیں دور رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ دراصل ہماری گورنمنٹ راستی پسند ہے اور انصاف اپنا اصول رکھتی ہے اس لئے جو شخص راستی سے پیار کرتا ہے وہ اس گورنمنٹ کی اصل اغراض کے مطابق قدم اٹھاتا ہے اور درحقیقت سچائی ایک ایسی چیز ہے جس کا بہر حال انجام بخیر ہے اور انصاف پسندی ایک ایسا گہرے تابان ہے جو ہر صورت قابل قدر ہے۔ جو بات تحقیق سے ثابت ہو جائے اس کو قبول نہ کرنا ..... سچائی کا خون کرتا ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ایسے مباحث کو نہایت تہذیب اور سلیقہ سے لکھا جائے۔ اور کوشش کی جائے کہ کوئی بات اعتدال سے نہ بڑھے اور ہر ایک استدلال لطافت اور نرمی کا پیرائی رکھتا ہو۔ چنانچہ اس رسالہ میں یہی رعایت ملحوظ رہے گی۔ گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت اور چیز ہے اور مذہبی اختلاف اور چیز ہے۔ بلکہ اس گورنمنٹ کے لئے شکر کی جگہ ہے کہ خدا نے اس کو ایسا اقبال بخشا ہے کہ صد مختلف طور کے مذہب اس کے زیر سایہ سکونت رکھتے ہیں۔

اور یہ گورنمنٹ اس وقت ایک ایسے بڑے درخت کی مانند ہے جس پر ہر ایک قسم کے پتے پناہ گزین ہیں بعض عوام الناس کی یہ غلطی ہے کہ جو کچھ دین کہ گورنمنٹ دراصل مشنریوں کی طرف دار ہے۔ بلکہ گورنمنٹ نہ کسی کی طرف دار ہے اور نہ کسی کی مزاحم۔ اس پولیٹیکل غلطی سے ہماری گورنمنٹ بہت دور ہے کہ وہ ایسے ملک میں جہاں رعایا اپنے بادشاہ سے اختلاف مذہب رکھتی ہے۔ مذہبی امور میں کسی طرف داری کی رنگ آمیزی سے دخل دے یا کسی پیر میں ایسے امور کی بنا پر اپنی ناراضگی ظاہر کرے یہ سچ ہے کہ ہم نے شاید کچھ سالوں میں حضرت مسیح کو انسان لکھا ہے اور آپ کی موت کی نسبت بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو باعث اشتغال سول ہے لیکن جس حالت میں مسلمانوں کا سارا قرآن اول سے آخر تک اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم محض ایک انسان تھا جو فوت ہو گیا۔ اور ان کو خدا سمجھنا انسانی غلطیوں کا ایک نمونہ ہے جس کی صدا بنیطربین مسیح کے وجود سے بھی پہلے ہر ایک قوم میں پائی جاتی ہیں تو پھر اس اعتقادی امر سے ہماری دانشمند گورنمنٹ کو کیا تعلق ہے دنیا میں ہر ایک کا جدا جدا خیال اور جدا جدا مذہب اور جدا جدا رائے ہیں۔ پس اگر مشنری صاحبوں نے حضرت مسیح کی خدائی دیکھ لی ہے اور کچھ ثبوت مل گیا ہے تو ان کی مہربانی ہوگی کہ بجائے بے جا جوش دکھلانے کے ایسے ثبوت کو پیش کر دیں ثابت شدہ سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں ہے کہ کسی ثابت شدہ حقیقت سے ناراض ہوں۔ حکمت اور دانائی اسی سے بڑھتی ہے کہ جو بات ثابت ہو جائے اس کو قبول کر لیں۔ یہ بھی تو انصافاً سوچنا چاہئے کہ جیسا کہ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ حضرت مسیح کی خدائی کا ثبوت دین ایسا ہی ان کے مخالفین کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ مخالفانہ ثبوت پیش کریں۔

ہر ایک ملک کی روحانی سچائیوں میں ترقیات ان تین چیزوں پر موقوف ہیں۔

(۱) اول یہ کہ سچائی اور دیانت کی طرف لوگوں کو رغبت پیدا ہو۔ (۲) دوسری یہ کہ تحقیق اور تدقیق اور تفتیش کا شوق ہو۔ (۳) تیسری یہ کہ گورنمنٹ جسکے وہ ماتحت ہوں وہ علم دوست



اور انصاف پسند ہو سو ہمارے خیال میں ہے کہ خدا کے فضل اور رحمت نے یہ تینوں امور ہمارے ملک میں پیدا کر دئے ہیں بہتیرے ایسے دل پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ سچائی سے محبت کرتے ہیں اور اگر اس کو پالین تو گو کیسی ہی تکالیف کا سامنا ہو مگر اس کو چھوڑنا ..... نہیں چاہتے بہتیرے ایسے ہیں کہ تحقیق اور تفتیش کے لئے ان کی دماغی قوتوں کو ایک فطرتی مناسبت ہے۔ اور نہ صرف وہ روحانی سچائیوں کو قبول کرتے ہیں بلکہ وہ تحقیق اور تفتیش کی زندہ طاقت سے ایک سچائی کو بہت سے اختلافات کی تاریکیوں سے کھینچ کر باہر لے آتے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے ماتحت ہم لوگ ہیں وسیع خیال اور علم دوست ہے اس کے حکام ایسے اعتدال سے رعایا کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی منصفانہ نیت کی وجہ سے خود بخود دغی امور ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور اگر ایک حق الامر کو ایک مشنری کے مخالف بھی پائین تو کبھی اس کو قبول نہیں کرتے اور اپنی عملی کارروائیوں سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ علم دوست اور انصاف پسند اور حق پذیر وہ انسان ہیں جو بنیاد خیال نہیں بلکہ ہمارے پاس اس بات کے روشن ثبوت ہیں کہ اس گورنمنٹ کے حکام رعایا کی نسبت مذہبی تعصب کو ہرگز اپنے نزدیک نہیں آنے دیتے اور پورے انصاف سے کام لیتے ہیں \*

اس جگہ ایک قصہ کو لکھنا جو ہمارا خود چشم دید ہے خالی از دجسپی نہ ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریز حکام سلطنت برطانیہ کے کس قدر حق پسندی کے عاشق ہیں کہ انصاف پسندی کے جو ش میں مذہبی تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہمارے اس فرقہ احمدیہ کے امام و پیشوا مسیح موعود میسرزا غلام احمد قادیانی پر ایک مشنری صاحب نے اقدام قتل کے الزام سے ایک مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا تھا۔ ابتدا اس کی یہ تھی کہ اس مقدمہ کے نام و نشان سے کتنے پہلے مرزا صاحب موصوف نے ہم سب کو جو قادیان میں حاضر تھے جمع کیا اور فرمایا

نکاح موعود اور دائر کردہ مقدمہ



کہ مجھے خدا سے اطلاع ملی ہے کہ ایک خطرناک مقدمہ ہماری نسبت ہونے والا ہے۔ اور ضرور ہے کہ ہم عدالت میں حاضر کئے جائیں اور خوف و خطر میں پڑیں۔ مگر آخر بریت اور نجات ہے۔ تب جماعت اس بات کی منتظر تھی کہ وہ کس قسم کا مقدمہ ہے کہ بہت خطرناک صورت میں پیدا ہوگا اچانک چند ہفتہ کے بعد حضرت موصوف بذریعہ پولیس عدالت میں بلائے گئے۔ تب معلوم ہوا کہ ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک نام جو امرت سرمن مشنری کا کام کرتے ہیں اور ایک معزز جنٹلمین ہیں۔ انہوں نے حضرت موصوف پر اپنی نسبت اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ بنیاد اس مقدمہ کی صرف اس بات پر تھی کہ ایک شخص عبد الحمید نام نے جس کو بار بار مسلمان اور عیسائی بننے کی عادت تھی ڈاکٹر مارٹن کلارک کو فریب دے کر اس پر یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ ایک ہندو تھا اور اس کے پاس عیسائی بننے آیا ہے۔ اور پھر ڈاکٹر مذکور کے چند ماتحت عیسائیوں کی ترغیب کے موافق جو محض فتنہ انگیزی اور شرارت اور بہتان کی راہ سے دی گئی تھی۔ یہ ظاہر کیا کہ دراصل مجھے مرزا صاحب قادیانی نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور ان ترغیب دینے والوں دسی عیسائیوں کو جن میں سے بعض داغ و غلطی بھی تھے۔ یہ موقع بھی ملا کہ وہی گواہ مقدمہ ہوئے اور جہاں تک ان سے ہو سکا انہوں نے زور سے گواہیاں دے کر اس مقدمہ کو سچا بنانا چاہا۔ اس موقع پر اگر حاکم بیدار معزز اور انصاف پسند اور محقق مزاج نہ ہوتا یا برخلاف اصول انصاف کے ایک معزز مشنری کی ایک ذرہ رعایت اسکے دل میں ہوتی تو ظلم کرنے کے لئے اچھا موقع تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ پورے طور پر تحقیق و تفتیش کر کے اصلیت نکال لی اور ثابت کر دیا کہ مقدمہ محض جھوٹ بنا یا گیا ہے۔ اس انصاف پسند حاکم کا ہم نام بھی بتلا دیتے ہیں وہ ہیں کپتان ڈگلس صاحب جو ضلع گورداسپور میں ڈپٹی کمشنر تھے اور اب دہلی میں ہیں \*

پس جس گورنمنٹ کے ایسے انصاف پسند حکام ہیں کہ باوجودیکہ مقدمہ کرنے والا ایک مشنری ہے اور گروہ عیسائیوں کا جو وہ بھی عیسائی اور داغ و غلطی

مشنری اور غلطی

ہیں۔ شہادت میں پیش ہوا ہے اور مقدمہ خون کا ہے اور اندرونی طور پر ایک مشنری اس بات کا خواہاں ہے کہ کسی طرح ملزم سترایاب ہو لیکن حاکم نے اس تمام جماعت کی کچھ بھی پروا نہیں کی اور فے الفور سمجھ لیا کہ جس پر مقدمہ کیا گیا ہے وہ چونکہ مشنریوں کے عقاید کے برخلاف لکھتا ہے اس لئے معاملہ عداوت کا ہے اور اصلیت کو ایسے طور سے ظاہر کر دیا کہ کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ پس یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے انگریزی گورنمنٹ دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس حاکم کی جو اندری کو دیکھو کہ عدالت کے رو سے ایک مشنری اور اس کی جماعت کو ہمیشہ کے لئے یہ دافع لگا دیا کہ وہ ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا عدالت میں لایا اور ذرا اس بات کا پاس نہیں کیا کہ وہ عیسائی قوم کا ایک معزز مشنری ہے پس یہی وجہ اس گورنمنٹ کے اقبال کی ہیں کہ ایسے منصفانہ نمونے ان حکام میں پائے جاتے ہیں ہمیں اس بات کے معلوم کرنے سے بڑی خوشی ہوئی کہ اسی قسم کے نمونے والیبرائے حال یعنی لارڈ کروزن کے شہرہ آفاق ہو رہے ہیں۔ ایسے نمونوں سے جس قدر رعایا کو سچے تعلقات ہدری اور خیر خواہی کے اپنی محسن گورنمنٹ سے پیدا ہوتے ہیں ان کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ مذہبی امور میں چڑنا یا دل میں بغض پیدا کرنا ایسی گورنمنٹ سے ہزار بار کوس بعید ہے جس کے حوالہ خدا کی حکمت اور مصلحت نے کروڑوں انسان مختلف مذاہب اور مشاریک کے مین اور جس کو اپنی سلطنت کی نیابت دے کر اقتدار کے تحت پر بٹھا دیا ہے۔

خدا نے بھی اپنی حقیقی بادشاہت کے لئے ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ایک قوم کے مذہب جن میں سے صرف ایک سچا اور باقی سب جھوٹے ہیں اس کے سایہ رحمانیت کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں کسی اہل مذہب پر آسمان پر سے پتھر نہیں برستے اور نہ عذاب نازل ہوتا ہے بلکہ اس کا سورج اور اس کا چاند اور عناصر اور اس کی تمام بنائی ہوئی چیزیں سب نبی ام کو تربیت اور پرورش کا حصہ پہنچا رہی ہیں۔ اگر دنیا میں کسی باطل مذہب والی قوم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوا ہے تو وہ عذاب اس وجہ سے نازل نہیں ہوا کہ

اس کا مذہب باطل ہے بلکہ ان لوگوں کی بے شمار شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے نازل ہوا ہے۔ خدا کا ہرگز یہ قانون نہیں ہے کہ بطلان مذہب کی وجہ سے کسی قوم پر دنیا میں عذاب نازل کرے یا اپنی رحمت عامہ سے ان کو جواب دیدیوے یہی طریق عادل بادشاہوں کا ہوتا ہے کہ وہ محض مذہب کے اختلاف کے خیال سے کوئی بد ارادہ اپنے دل میں پیدا نہیں کرتے اور مخلوق الہی کو جو ان کے زیر سایہ زندگی بسر کرتی ہو خدا کی امانتیں تصور کرتے ہیں اس قسم کا چڑنا اور دل تنگی ظاہر کرنا بہت چھوٹے اور سست ہمت آدمیوں کا کام ہے اختلاف رائے یا اختلاف مذہب ایک اور چیز ہے۔ اخلاق یا نبی نوع کے حقوق پر اسکا کوئی بد اثر نہیں ہے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ جو شخص اختلاف مذہب یا اختلاف رائے کے باعث سے چڑتا اور ناراض ہوتا ہے اگر اس کا یہ باعث ہے کہ جس بہشت یا جس نجات ابدی کی پہنچنا چاہتا ہے۔ اس بہشت یا اس نجات کو وہ شخص قبول نہیں کرتا تو اس حالت میں وہ شخص اور بھی رحم کے لائق ہے کہ وہ نجات جو اسکے لئے تیار کی گئی ہے وہ اس سے دور رہنا چاہتا ہے اور اگر ناراضگی کا یہ باعث ہے کہ وہ اس مذہب کو کیوں قبول نہیں کرتا جس مذہب کا یہ ناراض ہونے والا شخص پابند ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس مورد غضب کا خیر خواہ نہیں ہے بلکہ حکم کے طور پر اپنے مذہب کی پیروی کرتا چاہتا ہے۔

مذہب کے رو سے سچا اصول یہی ہے اور اسی میں امن عامہ ہے کہ کسی پر اختلاف کی وجہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے اور خود یہ انسانیت سے بھی بعید ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے اشتعال طبع پیدا ہو بلکہ ایسا شخص ایک قسم کی رگ دیوانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ جو شخص اس کی رائے کے مخالف ہو اس پر اتنا رو درندگی ظاہر کرتا ہے اور بلاشبہ ایسا وجود خطرناک ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہے اور اس پر یہ امر مشتبہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت سچے نبی اور خدا کی طرف سے ہیں تو

ہمارے انسانی رحم کا یہ مقتضا ہونا چاہیے کہ ہم نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے پیش  
آویں اور کوشش کریں کہ اس کے شبہات دور ہو جائیں اور اس پر ثابت کریں کہ ہم...  
محبت سے نہ کسی دشمنی اور عناد سے اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتے ہیں اور ہم اس کے شہادوں  
کرنے کے لئے بڑے ادب اور ہمدردی سے تیار ہیں لیکن ہم اگر ایسے اختلاف کی وجہ سے  
اس کو اپنا دشمن سمجھ لیں جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مسلمان مولوی یہی طریق رکھتے ہیں تو اس  
صورت میں ہماری درندگی بجائے فائدہ کے اس کو نقصان پہنچائے گی اور علاوہ مخالفت  
مذہب کے ہم اخلاقی حالت میں بھی بہت نیچے گرے ہوئے تصور ہوں گے۔ کیونکہ ایک  
منکر جب تک کہ اس کے پاس ایک عقیدہ کے ماننے کی وجہ نہیں بلاشبہ حق رکھتا ہے کہ  
وہ انکار پر قائم رہے اور اس کے ساتھ بد اخلاقی یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے۔ جس کو عقل  
اور انصاف اور انسانی ہمدردی پسند نہیں کر سکتے اور جن لوگوں کے اخلاق پر مذہبی تعصب  
غالب ہے ان کو کسی طرح حقیقی اخلاق میں سے حصہ نہیں ہے۔ سوائے مسلمان میرے  
نزدیک سچے مسلمان نہیں ہیں جن کے اخلاق بشرط مناسبت رائے اور بشرط موافقت  
مذہب ہیں۔ اسی طرح میں ان عیسائی مشنریوں کے حالات کو بھی قابل اعتراض سمجھتا  
ہوں جو مذہبی تعصب کے جوش میں اگر ایک دم میں انجیل کی تمام تعلیم کو فراموش کر جیتے  
ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں جیسا کہ ان کو حکم ہے اس بات پر  
زور دیتے ہیں کہ گورنمنٹ دانشمند بھی ان ہی کی عادت اور رویہ کو اختیار کرے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جن انجیلی اخلاق کا مشنریوں کو وارث ہونا چاہئے تھا وہ اخلاق  
انگریز حکام دکھلاتے ہیں جیسا کہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے ہمارے  
امام مسیح موعود پر اقدام قتل کا قابل شرم مقدمہ کھڑا کیا اور دوسرے مشنریوں کو بطور  
گواہ پیش کیا لیکن مجسٹریٹ ضلع نے جو کپتان ڈگلز تھے پور غور اور توجہ سے اس ضلع کی  
حقیقت کھول دی اور صاف کر لیا کہ مشنری صاحب ایک جھوٹا مقدمہ ان کے پاس لائے

ہیں اور اس مقدمہ کو خاسج کیا۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں ڈاکٹر مارٹن کلا رکنے باوجود مشنری کہلانے کے ارتکاب ایسے امر کا کیا اور ناحق ایک شخص کو جو محض معصوم اور بری تھا خون کے مقدمہ میں پھنسانا چاہا۔ اور اس منصوبہ بازی میں اپنے بیان اور اپنی کوشش اور اپنے گواہوں کے پیش کرنے میں کسی طرح سہکوتا ہی نہیں کی لیکن برعکس اس کے کپتان ڈگلز نے اس تمام تاریکی سے جو ان کے آگے رکھی گئی تھی۔ اس طرح پر اپنے تئیں باہر نکال لیا جیسا کہ بجلی تاریک بادل میں سے باہر آتی اور آسمان کو روشن کر دیتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اگر یہ فراست اور کائنات کی چمک جو کپتان ڈگلز کو دی گئی اس کا سبب انجیل کی پیروی تھی تو یہ راست بازی اور پاک کائنات ڈاکٹر کلا رکنے اور اسکے رفیقوں میں ہونی چاہئے تھی جو دن رات انجیل پڑھتے اور سناتے اور اس کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ کپتان ڈگلز کو سرکاری کاموں سے اس قدر فرصت ملتی ہو کہ وہ دس بیس مرتبہ تمام دن میں انجیل پڑھتے ہوں یا اس کا وعظ کرتے ہوں پھر یہ دل کی صفائی ان میں کیونکر پیدا ہو گئی جو ایک پادری کو نصیب نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک خون جیسے مقدمہ میں جس میں رعایت کرنے والے یا کسی سفارش سے متاثر ہونے والے کو اپنے ہم مذہبوں کو خوش کرنے کا خوب موقع ملتا ہے ایک ذرہ کسی فریق کی رعایت نہ کی بلکہ سچائی اور عدالت کا پاس کیا اور مشنریوں کی ایک عظیم جماعت منہ دیکھتی رہ گئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قوت راست پسندی اور حق پروری کی پادریوں کے ذریعہ سے کپتان ڈگلز میں نہیں آئی تھی بلکہ اپنے مان اور باپ کے ذریعہ سے تھی اور ایک فطرتی خوبی تھی کیونکہ اگر پادریوں کے ذریعہ سے آئی ہوتی تو کیا وجہ تھی کہ مشنری لوگ جو اس قوت کا منع اور سرچشمہ تھے وہ اس سے محروم رہتے چنانچہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ کیونکہ ڈاکٹر کلا رکنے اور دوسرے مشنری ایک جھوٹے خون کے مقدمہ کو عدالت کپتان ڈگلز میں لائے ایسا مقدمہ جو سراسر افتراء اور قابل شرم



منصوبہ تھا +

اس مقدمہ سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اکثر انگریز جو شریف اور منصف مزاج اس ملک میں آتے ہیں ان کی شرافت ذاتی ہے نہ طفیلی جو پادریوں کے ذریعہ سے ملی ہو مان ایک یہ بھی باعث ہے کہ جب ایک بادشاہ صاف طبیعت اور حق پسندی کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کی قوم کے لوگوں اور اس کی مستعد رعایا پر ضرور اس کا اثر پیدا ہوتا ہے پس چونکہ ملکہ مغظمہ میں بھی یہی خاصیت تھی کہ انہوں نے رعایا پروری میں مذہبی بخل سے اپنے تئیں پاک رکھا اور ان کے انصاف کو مذہبی اختلاف روک نہ سکا اسلئے ان کی خاصیت ان کے نیک فطرت حکام میں بھی آگئی۔ وہ نمونہ اپنی سیرت کا جو ملکہ مغظمہ چھوڑ گئیں سلطنت برطانیہ کے ہر ایک حاکم بلکہ اخبار نویسوں کو بھی لازم ہے کہ اس نمونہ کی پیروی کریں اور ذرا توجہ کر کے دیکھیں کہ حضرت ملکہ مغظمہ نے اپنی بے تعصبی اور ہمدردی کا کیسا ثبوت دیا۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ملکہ مغظمہ نے بھی رعایا کے مقابل پر مذہبی تعصب سے کام لیا بلکہ بجائے تعصب کے اس نے ایسا نیک برتاؤ اپنی رعایا سے کیا کہ ہر ایک مسلمان ان کی امن بخش حکومت سے فائدہ اٹھا کر یہ خیال کرتا رہا کہ ہم ایک مسلمان دول بادشاہ کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسا ہی ہر ایک ہندو یہ سمجھتا تھا کہ ایک اوتار ہمارا راجہ ہے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بلاشبہ اس ملکہ نے اجنبیت کو دور کر دیا تھا اور جیسا کہ ملکوں کو مسخر کیا ویسا ہی دلوں کو بھی مسخر کیا۔ اس سے عجیب قسم کی ہمدردی کے کام ظہور میں آئے۔ جب انہوں نے اپنا مصاحب بنانے کے لئے منشی عبدالکیرم کو منتخب کیا اور ایسا ہی اور کام بھی اسلام کے مفید کئے تب عجیب قسم کے خیالات مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ جو سلطنت کے لئے نہایت مفید تھے۔ اور رعایا اور بادشاہ میں ایک روحانی تعلق پیدا کرتے تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ ملکہ مغظمہ کو مسلمانوں سے ایک خاص تعلق اور انس ہے اور بعض کہتے تھے کہ میان تعلق کیا دراصل ملکہ مغظمہ درپردہ



مسلمان ہے جی تو ایک مسلمان کو اپنا مصاحب بنایا اور صاف ظاہر ہے کہ منشی عبدالکیریم کو اپنی مصاحبت کی عزت بخشنا مشربیوں کی رائے کے بالکل مخالف تھا۔ اور وہ لوگ ہرگز اس سے خوش نہیں ہونگے کہ ایک مسلمان کو یہ قرب صحبت کا درجہ عطا کیا جائے ایسا ہی ملکہ معظمہ نے کئی ایسے کام کئے کہ ایک مذہبی انسان سے ایسا ظہور میں آنا بالکل غیر ممکن ہے۔

غرض چونکہ انگریز ایسے انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر تربیت نشوونما پانے والے تھے جیسے کہ ملکہ معظمہ تھیں۔ اسی وجہ سے ان کو انصاف پسندی اور عدالت کا جوہر عطا کیا گیا۔ اور ملکہ معظمہ میں صرف انصاف پسندی کا ہی مادہ نہیں تھا۔ بلکہ اُن کی فطرت میں ایک یہ بھی خاصیت تھی کہ رعایا کے قصور اور خطا کو جسے الوسع معاف کر دینے کے لئے اُن کی طبیعت مائل ہوتی تھی۔ شہ ۱۸۵۷ء کے ایام میں جب ایک گروہ کثیر تنگ حاکم لوگوں نے غدر برپا کیا اور جہالت اور شرارت سے ہزار ہا انگریزوں اور ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو بے وجہ قتل کر ڈالا تو درحقیقت یہ ایک بڑا گناہ تھا جو رعیت سے ظہور میں آیا اور اس ملک کے لوگوں کو نہایت شرمندگی سے اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ ایک ایسی پلید حرکت تھی کہ اگر اس کے عوض میں کئی لاکھ انسان قتل کئے جلتے۔ خاص کر مولوی اور پنڈت جو مبداء فساد تھے تو وہ عین انصاف تھا۔ لیکن جب ایک مسودہ اسی قسم کی سزا کے لئے ملکہ معظمہ کے سامنے پیش کیا گیا اور دستخط کرنے کی التجا کی گئی تو آپ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے یہ سختی نہیں ہو سکتی اور پھر جب عرض کیا گیا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور بغاوت کی سرانجام مصلحت ملکی گی وجہ سے سخت ہوا

مذہبی غم کے دن تھے جبکہ ہائے امام مسیح موعود کے والد صاحب میرزا غلام مرتضیٰ ریکس قادیان نے پچاس گھوڑے اور پچاس سوار سے گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی اور اسی نازک موقع پر جبکہ وحشتانہ ہوا تھی اپنے کثیر حصہ جائداد کو فروخت کر کے اور گھوڑے خرید کر اور سوار بہم پہنچا کر حق اخلاص خیر خواہی ادا کر دیا۔

ہوا کرتی ہیں تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر میں عورت بادشاہ ہوں میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔ اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ اگر خدا نے ملکہ معظمہ کے دل کو ایسے طور سے ہمدرد رعایا نہ بنایا ہوتا تو شاید عین جو کچھ ہندوستانوں سے بغاوت ظہور میں آئی تھی وہ ایک سخت سزا کے لائق تھے جس سے عداوت گزر کی گئی۔

ان سب باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہر ملکہ معظمہ عیسائی مذہب کی تھیں مگر خدا نے ان کو مذہبی تعصبات اور مذہبی رنگ آمیزیوں سے بالکل پاک رکھا تھا اور یہی وجہ ان کے اقبال اور شوکت اور شان کی تھی کہ ان کا دل شامانہ ہمدردی رعایا سے پُر تھا۔ ان کی یہ شائستگی اور اخلاقی حالت پادریوں کے ذریعہ سے نہیں تھی بلکہ اپنے شریف آباؤ اجداد کے تخم سے اور اپنی فطرت کے گہرائیوں کی وجہ سے تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عیسائیوں میں زیادہ تر انجیل پڑھنے والے مشنری لوگ ہیں جن کی ہمیشہ یہ آرزو رہتی ہے کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں بھی انجیل لازمی ٹیچر رکھی جائے۔ لیکن اگر ان کی روحانی حالتوں کا مثلاً ملکہ معظمہ اور سلطنت کے دوسرے ارکان سے مقابلہ کیا جائے تو مجبوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ ان مشنری لوگوں کو ان خدا داد اخلاق سے جو ملکہ معظمہ یا ان کے حکام کو عطا کئے گئے ہیں کچھ بھی نسبت نہیں۔ پس اگر یہ اخلاق فاضلہ انجیل کی وجہ سے ہوتے تو سب سے زیادہ پادریوں میں ہونے چاہئے تھے حالانکہ ان میں مفقود ہیں اور عمدہ صفاتیں اکثر ایسے انگریزوں میں دیکھتے ہیں آتی ہیں کہ نہ تو وہ پادری ہیں اور نہ ان کو پادریوں کی صحبت کا بہت اتفاق ہوتا ہے۔

انسانی سرشت میں اگرچہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی قوتیں ودیعت رکھی گئی ہیں لیکن دو قوتیں گویا خاص علامت انسان ہونے کی ہیں (۱) ایک یہ کہ اخلاقی حالت ایسے اعلیٰ درجہ پر ہو کہ کوئی مذہبی بخل اور تعصب یا اعتقادی مخالفت اس میں رخنہ انداز ہو سکے (۲) دوسری یہ کہ دماغی بیدار مغزی اور روشنی حواس اور تیزی عقل ایسے کمال پر ہو

جو تباہی بر ملکی اور مصالح نگرانی رعایا میں بہت ہی کم غلطی کا اتفاق ہوا ب صاف ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں قوتوں کو اکمل اور احسن درجہ پر پہنچانے کے لئے انجیل کی ضرورت ہے تو پھر یہ قبول کر لینا چاہئے کہ مشنریوں سے بڑھ کر کوئی عیسائی ان دونوں قوتوں میں صاحب کمال نہیں حالانکہ یہ صریح غلط ہے اگر مثلاً کسی بشپ کو گو کلکتہ کا ہی بشپ ہو جائے لارڈ کرزن کے واسطے کیا جائے تو کیا کوئی عقل مان سکتی ہے کہ جس روشن دماغی اور وسعت اخلاق کی مدد سے لارڈ کرزن کام کر رہے تھے وہ بشپ بھی ایسا ہی کام کر سکے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی سوچیں بہت دور تک نہیں جاسکتیں اور ان کے اخلاق کا دائرہ نہایت محدود ہے اور ان کا اخلاقی اور ذہنی چشمہ تعصب اور کوتاہ بینی کے کپڑے سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ لوگ اپنی نہایت سادہ طبعی سے خیال کرتے ہیں کہ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی خدائی کو لوگ ہنسی خوشی سے قبول کر لیں گے اور یہ نہیں جانستے کہ زمانہ کے دماغی قوتے اب اس دھوکے پہنچ کر آ نہیں سکتے کہ ایک انسان کو خدا قرار دیں۔ یہ عقیدہ جب یورپ کے لوگوں کے گلے پڑ گیا وہ اور زمانہ تھا اور اب یہ زمانہ اور ہے اور جس درجہ عقل اور فہم تک اب یورپ نے ترقی کر لی ہے۔ اگر اس پہلے زمانہ میں ہی ترقی ان کو حاصل ہوتی تو وہ کبھی اس غلطی کی برداشت نہ کر سکتے۔ غرض یہ ثابت شدہ امر ہے کہ تمام سلیس مشنری صاحبوں کا ان دونوں قوتوں میں عمدہ نمونہ اپنے اندر سے پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن دوسرے انگریز جو نہ مشنری ہیں نہ واسطہ انجیل وہ دماغی اور اخلاقی قوت کے کامیاب نمونہ دکھلاتے ہیں کہ جس سے سلطنت کو قوت پہنچتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ پادری صاحبان جس مسئلہ الوہیت مسیح پر زور لگاتے ہیں ایک ذرہ ثبوت اسکا ان کے پاس نہیں ہے۔ صرف رسم اور عادات کے رنگ میں یہ عقیدہ ان کو پیارا معلوم ہوتا ہے درحقیقت وہ خیالات جو عادات میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر مصالح حیت قومی کا ان پر رنگ

چڑھ جاتا ہے۔ ان کا دور کرنا نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ خدا کا وجود درپردہ غیبی ہے اس سے ڈرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو انصاف اور راست بازی کو اپنے مہل مقرر کر لیتے ہیں اور ان کا آرام اور ان کا بہشت اور ان کا ہر ایک سامان راحت سچائی میں ہوتا ہے۔ اور باقی تمام لوگ تعصب میں مبتلا ہیں وہ خدا کی پرستش نہیں بلکہ رسم اور عادت اور قوم کی پرستش کرتے ہیں اور یہ اعتراض صرف عیسائیوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر بھی یہی الزام عائد ہوتا ہے۔ جب تک انسان صرف ایک مذہبی رنگ میں زندگی بسر کرتا ہے اور اس روح سے خالی ہے جو خدا کی طرف سے پھونکی جاتی ہو خواہ وہ ایک پادری کی صورت میں ہے اور خواہ ایک مولوی کے پیرائے میں اور خواہ ایک پنڈت کی شکل میں وہ پاک زندگی سے بے بہرہ ہے اور اس سے تعصب کا الگ ہونا ایسا مشکل ہے جیسا کہ ایک بدبودار مادہ سے بدبو کا دور ہو جانا اور اس کے اخلاق کا وسیع ہونا اس سے بھی زیادہ تیز و شوار ہے۔

لیکن وہ شخص جس کی زندگی مذہبی رنگ پر نہیں بلکہ علمی رنگ پر ہے وہ تعصب سے دور ہوتا ہے اور اخلاقی اس کے بہت وسیع ہوتے ہیں اور عامہ خلافت کا وہ ہمدرد ہوتا ہے۔ اب اس فرق کو خوب غور کر کے سمجھ لو ایسا نہ ہو کہ دھوکا کھاؤ اور فرق یہ ہے کہ مذہبی رنگ کے انسان جیسا کہ اخلاقی حالت ان کی نہایت پست اور گری ہوئی ہوتی ہے ایسا ہی وہ اکثر بہت ذلیل خیالات میں مبتلا ہوتے ہیں اور کوئی واقعہ کسی ایسی تبدیلی کا ان کو پیش نہیں آتا جس سے وہ عوام الناس کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیں اور لغت ملامت کا نشانہ بنیں بلکہ وہ ہمیشہ رسمی عقائد اور اعمال کی بجا آوری میں قوم کے غلام ہوتے ہیں اور اپنی وجاہت اور عزت اور آمدنیوں کو مد نظر رکھ کر اور قومی تعصب کا بت اپنی آنکھوں کے سامنے نصب کر کے ہر وقت اسی کو سجدہ کرتے ہیں اور اسی کے مناسب حال ان کا حرکت و سکون ہوتا ہے اور تمام عمر ان کو یہ موقعہ نہیں ملتا کہ وہ کسی...

مقام میں عوام کی مخالفت کر سکیں اور سب اوقات ان کا کانشنس ان کو ملزم بھی کرنا ہو کہ جن عقیدوں پر وہ اصرار کرتے ہیں ان کے متعلق ان کے پاس کوئی دلیل نہیں مگر بھیجی وہ انکو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ اس سچی تحقیق سے کام نہیں لیتے۔ جو ایک دنیا دار اپنے اونے درجہ کے دنیا کے امور میں اس سے کام لیتا ہے۔ بلکہ وہ روحانیت کی امتگ سے کوئی بھی کام نہیں کرتے برخلاف اسکے علمی رنگ کا ایک انسان اپنے سچے جو ش اور توجہ سے سچائی کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے اور وہ اس بات کا شیدا ہوتا ہے کہ قوی دلائل کے ساتھ کوئی بات پیدا ہو ماسوا اس کے وہ تنگ اخلاق بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ علمی روشنی کے ذریعے وہ دوسروں کو بھی روشن کرنا چاہتا ہے اسی وجہ سے قدرتی طور پر اس کے اخلاق نہایت وسیع ہوتے ہیں اور جیسا کہ ایک باپ بچوں کے لئے اپنی پوری ہمدردی کو خرچ کرتا ہے ایسا ہی علمی رنگ کے انسان کا حال ہوتا ہے وہ بیہودہ اور بے دلیل باتوں پر نہ آپ قائم ہوتا ہے اور نہ خواہش رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا قائم ہو بلکہ دلائل قاطعہ کا عاشق ہوتا ہے اور خاموشی کے ساتھ ان کو سنتا اور ان کو لینے کے لئے تیار ہوتا ہے +

یہ زمانہ جس میں ہم ہیں بالطبع تقاضا کرتا تھا کہ بجائے مذہبی جھگڑوں اور خرمنشوں کے جن کی محض قصوں کہانیوں پر بنیاد ہے علمی سلسلہ قائم ہو کیونکہ جن قصوں کی بنیاد پر نوع انسان کے مذاہب نے اب تک عمر بسر کی ہے وہ قصے انسانوں کو کسی منزل تک نہیں پہنچا سکے اور کسی سچائی کو روشن کر کے نہیں دکھلا سکے بلکہ دنیا کو نرے مذہبی رنگ سے بہت نقصان پہونچا ہے اور ان کی اخلاقی حالتیں نہایت پست ہو گئی ہیں اور انسانیت کی ہمدردی بالکل جاتی رہی ہے۔ اور روحانیت کو نہایت درجہ صدمہ پہونچ گیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں جبکہ بہت سے زمینی امور بھی علمی رنگ میں آتے جاتے ہیں۔ چاہا کہ مذہبی مباحث کو

مذہب کا علمی پیروار



بھی علمی رنگ میں ظاہر کرے سو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے امام مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا تا تمام دنیا جن جن امور میں مذہبی مباحث کے پیرائے میں باہم جنگ و جدل کر رہی ہے ان حقیقتوں کو علمی رنگ میں کھول کر دکھلایا جاوے۔ اور خود اہل دنیا کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ جبکہ اس علمی ترقی کے زمانہ میں طبعی اور ہیئت نے بھی ایک چمک دار جامہ پہن لیا ہے تو چاہئے کہ وہ مذہب جو دنیا کے تمام مذہبوں میں سے درحقیقت سچائی اور خوبصورتی اپنے اندر رکھتا ہے وہ بھی علمی رنگ میں اپنی سچائی کا تاج مرصع اپنے سر پر رکھے اور شوکت بیان اور قوت برہان کی چست قمیص زیب تن کر کے دکھلاوے اور پھر قمیص کے نیچے کا حصہ ایک ایسی نورانی چادر سے بیرون تک ڈھکا ہوا ہو کہ کوئی برہنگی اس سے نظر نہ آ سکے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب کبھی ایک دن مذہبوں کی لڑائی کا خاتمہ ہو گا تو وہ علمی رنگ کے ظہور وقت میں ہو گا نہ کسی اور وقت میں اور ہر ایک مذہب جو علمی رنگ میں اپنی چمک دکھلائے گا وہی سچائی کا بادشاہ سمجھا جائے گا اور یقیناً سمجھو کہ وہ دن دور نہیں ہیں۔ بلکہ آگئے۔ اور انسانوں کے دماغی قوے ایک نقطہ تک پہنچ گئے ہیں کہ اب وہ علمی روشنی پر قصوں کو ترجیح نہیں دے سکتے جو لوگ ان دنوں میں اپنے دماغی قوے کو دنیا کے کاموں میں خرچ کر رہے ہیں وہ اپنے اندر اس بات کے لئے ایک مشابہت پیدا کرتے جاتے ہیں کہ اپنے دین و مذہب میں بھی انہی دماغی قوے کے کام لین سوا سید رکھنی چاہئے کہ یہی قوے جو ہر روز تیز کئے جاتے ہیں کسی وقت دین کی اصلیت سمجھنے کیلئے بھی مفید ہوں گے۔ غرض اب ایک ایسا زمانہ آگیا ہے جو دماغی قوے کو بیدار کر رہا ہے اور بڑی تیز حرکت کر کے انسانی حواج کے ہر ایک امر کو علمی رنگ میں لانا چاہتا ہے۔ اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ بیجا فتنے اور جھوٹے ہمالیے درمیان سے گزر کر کے علمی شہادتوں سے ہر ایک امر کی اصلیت ظاہر کرے۔ اس زمانہ



میں انسانی چال چلن کی ہیکل اس بیمار سے مشابہ ہے جس کا کوئی عضو بیماری سے خالی نہ ہو اور سر سے پیر تک انواع اقسام کے امراض کا مجموعہ ہو اسی طرح اکثر انسانوں کے عقائد ایک طرف گندے اور خراب ہیں اور ایک طرف اخلاقی حالت بھی درست نہیں اور پھر معاملات بھی ہر امر معشوش اور فساد سے بھرے ہوئے ہیں پس ایسی صورت میں یہ تمام تانا بانا جو بگڑ چکا ہے کیونکر درست ہو پس اس سوال کا جواب یہی ہے کہ بجز اسکے کہ مذہب کو علمی رنگ میں لایا جاوے اس وقت تک کسی صورت سے بھی اس گندے کیچڑ سے نجات ممکن نہیں ہے۔

اور علمی رنگ سے مراد یہ ہے کہ ایسے صاف اور پاک دلائل جو محض یہود و نصرون پر مبنی نہ ہوں تلاش کر کے اہل مسئلہ خدا شناسی کو غلطیوں سے مبرا کیا جائے اور پھر بعد اس کے اسی طرح جیسا کہ اصول کے موافق اخلاق اور معاملات پر نظر ڈالی جائے پس کچھ شک نہیں کہ اس تحقیق کے بعد تمام عقائد اور اخلاق اور معاملات یقینی طور کے ساتھ رنگین ہو جائیں گے اور وہ کمزوری جو شک اور شبہ کی حالت میں عقائد و نظریہ کے لئے ایک لازمہ ذاتی ہے وہ دور ہو جائے گی۔ زمانہ اس بات کا محتاج ہو رہا ہے کہ اس کے کوئی ایسی راہ پیدا ہو جس پر قدم مارنے سے وہ نفسانی جذبات اور سفلی تارکیوں سے نجات پاوے اور سچی خدا شناسی اور سچے اخلاق اور معاملات میں سچی امانت اور دیانت پیدا ہو جائے اور دیکھا جاتا ہے کہ ان ہر سہ قسم کی سچائیوں کو جھوٹے کرنے سے نوع انسان کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور وہ ایک نہایت تاریک گڑھے کی طرف پھینچے جا رہے ہیں۔ ہر ایک قوم نے اپنے اپنے رنگ میں تاریکی سے حصہ لیا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو خدا بنا کر توحید کے پاک چشمہ میں ہزاروں من کیچڑ ڈال دیا ہے۔ ان میں جو عقلمند ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہوئے کہ انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدائے قادر قیوم کی جگہ دیکر ایک مخلوق فانی کو خدائے ازل ابدی کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ مسلمانوں نے اگرچہ اپنے

منہ سے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اس سچے خدا پر ایمان لاتے ہیں جو ازللی ابدی غیر متبدل قادر  
 خدا ہے جو مرنے اور پیدا ہونے سے پاک ہے لیکن اکثر لوگوں کی حالتیں اس اقرار کے  
 مخالف ہیں۔ اور اگرچہ ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ اس سچائی کا مرکز ہے جو عنایت  
 ازللی سے محض اسلام کے حصہ میں ہی آئی ہے اور اسلام کی ہی یہ خوبی ہے تاہم انہوں  
 سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر مسلمان جس خدا پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں  
 درحقیقت اس پر ان کو ایمان نہیں ہے نہ ان کو خدا پر بھروسہ ہے اور نہ دعا اور عبادت  
 میں خلوص اور اہتمام ہے اور نہ اس خدا کے وعدہ اور شریک پر یقین ہے بلکہ میں خیال  
 کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ صرف ظنی طور پر ہی اس خدا کو شائستہ کہنے لگے آئندہ شک و  
 اخلاق اور معاملات اور اعمال پاک ہو جائیں۔ اس لئے صرف ایک قوم اصلاح کا کام  
 بلکہ یہ تمام قومیں اس بات کی محتاج ہو رہی ہیں کہ ظنی رنگ میں پاک ہدایتیں حاصل  
 کریں اور پھر خدا سے قوت پاکر سچائی اور راستبازی کی کامل طور پر جامہ پہن لیں۔  
 ایسی اصلاح محض انسانی عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ وہ روشنی نہیں  
 ہے جو آسمان سے نازل ہوتی اور دلوں کو آرام بخشتی ہے۔ اور نہ اس زمانہ میں فقط کسی  
 گذشتہ زمانہ کا حوالہ دینا کافی ہو سکتا ہے کیونکہ گذشتہ باتیں جو اب محض بطور قصہ کے  
 پیش کی جاتی ہیں اس وقت کام نہیں کر سکتیں۔ مذہب کی حقیقی عظمت وہ ہے جو موجود  
 ہو اور یہی طور پر دکھائی دے نہ یہ کہ وہ باتیں ہی یا تھیں ہوں جو محض ایک شے کے رنگ میں  
 سنائی جاتی اور پیش کی جاتی ہیں جس الحار اور دہریست کے خطرناک طوفان میں موجود  
 مذاہب گنا چاہتے ہیں اس طوفان سے فقط گزشتہ قصبے سمجھا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ اپنے  
 اندر یقینی طور پر سچائی کی روشنی نہیں رکھتے بلکہ ایک موجودہ تاریکی کے دور کرنے کے لئے  
 ایک موجودہ روشنی کی ضرورت ہے صرف روشنی کے نام سے تاریکی دور نہیں ہو سکتی  
 جب تک اس روشنی کا وجود مرئی اور محسوس نہ ہو۔ لہذا اس زمانہ کی پر ظلمت حالت کو

ایک موجودہ روشنی کے ذریعہ سے تاریکی سے باہر لانا چاہئے۔ کسی عقیدہ کا واقعی طور پر... یقین دل میں آجانا ہرگز ممکن نہیں جب تک کہ اس عقیدہ کے دلائل علمی رنگ میں پایہ ثبوت پہنچ نہ جائیں۔ یعنی ایسی عظمت جو محققوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچے ہرگز کسی عقیدہ میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس عقیدہ کی یقین پرست نہ ہو خاص کر اس زمانہ میں جب کہ بیقیدی اور الحاد کا خوف ناک سیلاب ان پلوں کو توڑنا چاہتا جو محض قصوں اور گزشتہ روایات کی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔

یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ صرف پرانے قصبے عجائب پیرایوں میں پیش کرنے اس میں کافی نہیں ہیں۔ انسانوں کے دماغی قوے اب اس غذا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ جو اس سے پہلے مہیا کی جاتی تھی بلکہ ہر ایک شخص محسوس کر رہا ہے کہ اب وہ علمی... رنگ کی تحقیقاتوں کا محتاج ہے اور یہ خیال کہ ایسی تحقیقاتوں سے گورنمنٹ انگریزی ناراض ہے گورنمنٹ عالیہ کی صاف دلی پر سیوہ بدظنی ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ گورنمنٹ اہل ہند کی وفاداری کو صدق دل سے تسلیم کر چکی ہے۔ بالخصوص ان مائذ انوں کی نسبت جنہوں نے طوفان بغاوت کے زمانہ میں ثابت کردیا کہ وہ اس دولت کے سچے خیر خواہ ہیں گورنمنٹ عالیہ کو کامل طور پر اطمینان ہے کہ وہ ایسے نہیں ہیں کہ ان سے کوئی حرکت بیوفائی کی صادر ہو سکے اور بلاشبہ گورنمنٹ عالیہ کے مدبر ارکان ان پر نہ صرف نیک ظن رکھتے ہیں بلکہ اس دانا گورنمنٹ کو آئندہ بھی ان کی وفاداری پر بہت کچھ بھروسہ ہے۔ ہر ایک شخص جو آنکھوں سے کام لیتا ہے وہ چشم دید سے بڑھ کر کسی دوسری شہادت کو مغیر نہیں سمجھتا گورنمنٹ کا وہ ذوق و تحریریں وہ حکام اب تک موجود ہیں جو بخوبی جانتے ہیں کہ میرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس قادیان جو ہمارے میرزا صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے والد تھے کیسے وفادار اور سچے خیر خواہ رعایا میں سے تھے اور پھر آپ کے بھائی میرزا غلام قادر نے ۱۸۵۷ء

میں تو کے گزری لڑائی میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر گورنمنٹ پر ثابت کر دیا کہ وہ نہ محض مال سے بلکہ جان سے بھی گورنمنٹ کی مدد کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اور جانفشانی خالص ہیں۔ چنانچہ حکام کی خوشنودی کی چٹھیا اب تک موجود ہیں۔ پھر بعد اسکے پورے بائیس برس سے ہمارے امام اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں کہ پچاس کے قریب ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کی ہیں جن میں بار بار مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب دی ہے اور جہاد کی ممانعت کی ہے اور وہ کتابیں نہ صرف برٹش انڈیا میں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں شائع کر دی ہیں اور اسی مضمون کے اشتہار بھی شائع کئے ہیں بلکہ اپنی جماعت کے اصولوں اور عقائد میں یہ شرط داخل کر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہ رہے۔ ہر ایک جو آپ کی بیعت کرتا ہے اسکو اپنے اندر یہ تبدیلی کرنی پڑتی ہے کہ وہ درحقیقت اس گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ بن جائے۔

## تشلیت اور توحید

جہاں تک میں سوچتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو خدا تعالیٰ کے وجود کو مانتے اور اس کی ہستی اور اس کی تمام پاک صفات اور جزائز پر ایمان رکھتے ہیں سب ضروری امر یہ ہے کہ وہ نجات کے صحیح طریقہ کو تلاش کریں اور اگر خدا کے قدیم قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور اس کی پاک کتابوں کی تعلیم کی کھلی کھلی شہادتوں سے اور نیز جو اس کی کتابوں پر ایمان لانے والے فرقے ہیں ان کی کثرت رائے سے اور دوسرے زندہ بتوتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مسیح کے خون کے نجات نہیں اور بغیر عقیدہ تشلیت کے رہائی نہیں تو اس صورت میں بڑا گناہ ہو گا کہ اس عقیدہ کو قبول

نہ کیا جائے کیونکہ جس جگہ یہ تمام امور اکٹھے ہونگے ممکن نہیں کہ وہ امر غلط ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ اس وقت ان پانچوں پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور پھر جو نتیجہ نکل سکتا ہے معزز ناظرین کو اس سے اطلاع دیدیں +

نجات کے بارے میں جس طریق کی طرف مسیحی واعطان دعوت کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ نجات ان دو باتوں پر موقوف ہے اول یہ کہ ایک شخص اس طرح پرتشلیت پر ایمان لاوے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس کو ایک وجود سمجھے اور پھر تین بھی اور ان کا تین ہونا عقیدہ رکھے اور پھر ایک بھی (۲) اور دوسری بات یہ کہ وہ اس بات پر ایمان لاوے کہ یسوع مسیح نے صلیب کے ذریعہ سے مر کر اس لعنت سے پورا حصہ لیا جو شیطان اور اسکے گروہ کے لئے قدیم سے تیار کی گئی تھی اور اس طور سے اس پر ایمان لانے والے اس مہلک لعنت کے پھلون اور نتیجوں سے بچائے گئے۔ جو کفر اور ظلم اور طرح طرح کی بدکاریوں کا خیال دلون میں ڈالتی اور بے ایمانی کی راہ سکھاتی اور دونوں کو اندھا کر دیتی اور خدا سے بیزار اور جدا کر دیتی ہے اور ایسے لوگ جو اس لعنت سے حصہ لیتے ہیں ان کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ شیطان کے وارث ہو کہ بے ایمان اور خدا سے برگشتہ ہو جائیں اور ہمیشہ کے جہنم میں جائیں کیونکہ لعنت شیطان کے منہ کا سیہ داغ ہے۔ مگر یسوع مسیح نے دنیا سے یہ محبت کی کہ ایسی مہلک اور خطرناک لعنت جو ایمان کی دشمن ہے جسکے ایسے مہلک اور خطرناک نتیجے ہیں اپنے باپ سے درخواست کر کے اپنے ہی دلپروا رکرائی۔

یہ وہ دو باتیں ہیں جن پر مسیحی صاحبوں کے عقیدہ کے رو سے نجات موقوف ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ نہ تو خدا کا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت ان کا مصدق ہے اور نہ اس کی پاک کتابوں میں ان کی کوئی گواہی پائی جاتی ہے اور نہ کوئی زندہ ثبوت ان کا مؤید ہے اور نہ اہل کتاب کی کثرت رائے نے ان کی سچائی پر مہر لگائی ہے +



قانون قدرت کی شہادت

اول تثلیث کو دیکھو تو خدا کا قانون قدرت بالکل اسکے مخالف ہے۔ خدا نے ہر ایک بسیط چیز کو کروی شکل پر پیدا کیا ہے جو توجید سے نہایت مناسب ہے دیکھو آفتاب ماہتاب ستارے زمین سب کروی شکل پر ہیں یہاں تک کہ عناصر کی شکل بھی کروی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اگر پانی کے ایک قطرہ کو دیکھو تو اس کو بھی کروی شکل کا ہی پاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اگر تثلیث کا مسئلہ صحیح ہوتا تو ہر ایک بسیط کی سہ گوشہ شکل ہونی چاہئے تھی اور ضروری تھا کہ آسمان کے ستارے اور زمین کے عناصر سب سہ گوشہ شکل رکھتے تا تثلیث پر ان کی دلالت ہوتی۔ عجیب بات ہے کہ خدا تو اپنی ذات میں تثلیث ہو۔ مگر اسکے ہاتھ سے نکلے ہوئے تمام بسائط..... کروی شکل رکھیں۔ اب خوب غور کر لو کہ خدا کا قدیم قانون قدرت تثلیث کے عقیدہ کی کچھ بھی تائید نہیں بلکہ اس کی نفی کرتا ہے۔

صحیفہ فطرت کی شہادت

اب جبکہ قانون قدرت سے تثلیث پر کوئی شہادت پیدا نہ ہوئی۔ تو ہم صحیفہ فطرت کو دیکھتے ہیں کہ کیا اس میں سے تثلیث پر کوئی گواہی ملتی ہے۔ تو نے الفور ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ فطرت بھی مسئلہ تثلیث کا ایسا ہی مخالف ہے جیسا کہ قانون قدرت حضرات عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو مانتے ہیں بلکہ کتاب میزان الحق میں پادری ڈاکٹر فٹل صاحب نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ کسی جزیرہ میں ایسے لوگ موجود ہوں جن کو انسانی عقل دی گئی ہے اور تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہنچتی تو ان سے قیامت کو محض توحید کی باز پرس ہوگی تثلیث کی باز پرس نہیں ہوگی۔ اب دیکھئے کہ اگر انسان کے صحیفہ فطرت میں تثلیث کی شریعت موجود ہوتی تو ضرور ایسے لوگوں سے جو اس کے منکر ہیں اور عقل رکھتے ہیں گو تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہنچتی۔ خدا کا مواخذہ ہوتا۔ اگر صحیفہ فطرت میں صانع حقیقی کی طرف سے کوئی تثلیث کا نقش بھی موجود ہے تو کیا وجہ کہ اس پر عملدرآمد نہ کرنے سے باز پرس نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ شریعتیں جو انسان کو نبیوں کی معرفت ملی ہیں وہ باطنی شریعت کا ایک نکل ہیں۔ انسان کسی امر کے قبول کرنے کے



لئے مکلف نہیں ہو سکتا جس کا باطنی شریعت کے نقوش میں نام و نشان نہ ہو اور باطنی شریعت ہم کو صرف یہ سکھلاتی ہے کہ خدا وحدہ لا شریک ہے مگر اس کا مثلث یا مربع ہونا اور تین اقدوم سے مرکب ہونا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انسانی فطرت پر کوئی نقش اس کا نمایاں نہیں یہی وجہ ہے کہ گوانسانوں نے بیہودہ جیلہ جو یون کے طور پر ہزار ہا بلکہ لکھوں بادویان اور دیوتے اپنی طرف سے تراش لئے ہیں۔ مگر باوجود اسکے پھر بھی ان کو ماننا پڑا۔ کہ خدا ایک ہے۔ پس کیا وجہ کہ باوجود اس قدر وسیع شرک کے دلون نے کثرت معبودون پر آرام نہ کیا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ صحیفہ فطرت نے ان کو اس بات کے لئے مجبور کیا کہ وہ خدا کے واحد کو مان لیں +

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت دونوں تثلیث کے منکر ثابت ہوئے تو یہ دیکھنا باقی رہا کہ نبیوں کی پاک کتابوں کی کھلی کھلی تعلیم ہے۔ میری دانست میں .... یائیل نے باوجود صد ہا تغیر تبدل کے جو اس میں واقع ہوئے توحید کی تعلیم کو ایسے پورے طور پر انجام دیا ہے کہ توریت سے ملاکی نبی تک تمام کتابیں توحید کی تعلیم پر زور دے رہی ہیں اور اس سے پُر ہیں۔ نوون کے طور پر دیکھو توریت - خروج ۳۴ دانیال ۳ یسعیاہ ۴۶ و یسعیاہ ۵۵ و ۵۶ یرمیاہ ۱۰ ہوسیہ ۱۳ زبور ۸۶ نحمیہ ۹ تواریخ کی پہلی کتاب یحلم - ایسا ہی اور صد ہا مقامات پر ان کتابوں میں کھلی کھلی توحید کی تعلیم ہے اور اگر انجیل کی تعلیم کو دیکھا جائے جسکے حرف کفرین سخت کوشش کی گئی ہے - تو ان میں بھی کھلی کھلی تعلیم توحید کی ہی ثابت ہوگی۔ اور تثلیث کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ ایک شخص جو خدا سے خوف کرتا اور کوئی حصہ جبار اور انصاف کا اپنے اندر رکھتا ہو وہ اگر ان تمام کتابوں کی کھلی کھلی تعلیم جو توحید کے بارے میں ہے ترازو کے ایک پلہ میں رکھے اور دوسرے پلہ میں عیسائی مذہب کے وہ توہمات رکھے جو بعض پیشگیوں کے غلط معنوں سے یا انجیل کے بعض ان فقرات سے جو استعارات کے رنگ میں ہیں

بنائے گئے ہیں اور پھر ایک نظر اس ذخیرہ پر ڈالے جو توحید کا ذخیرہ ہے اور ایک نظر ان چند توہمات پر جو حضرت مسیح کے خدا بنانے کے لئے تراشے گئے ہیں تو میری دانست میں وہ نہایت آسانی سے سمجھ جائے گا کہ خدا کی کتابوں پر یہ امید رکھنا کہ تثلیث ثابت ہے ایسی ہی امید ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک پھونک مار کر آفتاب کی روشنی دور کرنا چاہے کیا کوئی شخص یہ بات منہ پر لا سکتا ہے کہ جس صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت سے صد ہا مرتبہ تو ریت اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں توحید کی طرف بلایا گیا ہے وہی صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت تثلیث کے بارے میں بھی پائی جاتی ہے۔ حاشا دکلاہر گزہر گزہ نہیں اور اگر یہ تاکید پائی جاتی ہے تو میں سب سے پہلے قبول کروں گا ورنہ ہمیں نہیں چاہئے کہ خدا سے بے خوف ہو کر محض توہمات کی بنیاد پر ان دلائل کو ہاتھ سے پھینک دیں۔ جو قطعۃ الدلائل ہیں۔ اگر توہمات سے ہی کام لینا ہے تو پھر ان ہندوؤں کا کیا گناہ ہے جو راجہ رام چندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ اس قسم کے خداؤں کی دنیا میں کمی نہیں۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ دوسروں کے حق میں ابن الدنیا وغیرہ ہونیکے الفاظ یا اسی قسم کے اور استعارات جو بائبل میں موجود ہیں پائے جائیں تو وہ لوگ سب انسان رہیں۔ کوئی خدا نہ بنے لیکن جب وہی الفاظ بلکہ ان سے کتر یسوع مسیح کے حق میں سمجھے گئے یا خیال کئے گئے اور وہ بھی صرف اعتقادی طور پر نہ قطعی فیصلہ تو ان سے حضرت مسیح خدا بن گئے اگر اسی طرح کسی کو خدا بنا سکتے ہیں تو گوتا بنے سے سونا بنانا محال ہی ہو مگر خدا بنانے کا نسخہ نہایت سہل ہے۔ لیکن کیا تم ایسے خدا پر بھروسہ کر سکتے ہو جسکو تم نے خود بنایا!

اب جبکہ خدا کی کتابوں سے بھی تثلیث کا کچھ پتہ نہ چلا تو آؤ ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ کیا اہل کتاب کی کثرت رائے نے تثلیث کو صبیح عقیدہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ

بائیل کے اول وارث یہودی تھے اور ان میں ایک مستقل اور کامل شریعت لانے والا بنی موسے تھا جس نے نہ صرف توریت کو بنی اسرائیل کے حوالہ کیا بلکہ خود تفسیرین کر کے تمام معنی سمجھا بھی دیے۔ اور توریت کی ہر ایک کتاب میں توحید کی تعلیم پر زور دیا گیا اور سخت تاکید کی گئی کہ ان تعلیم کو حفظ کرو اور اپنی آستین پر اور اپنی چو کھٹون اور اپنے دروازوں کی پیشانیوں پر لکھو اور ان کو ڈرایا گیا کہ اگر تم ان تعلیموں کو بھولو گے تو طرح طرح کی بیماریوں اور زہناک پھوڑوں اور پھنسیوں اور دوسری آفات ارضی و سماوی سے ہلاک کئے جاؤ گے اور تم دیوانہ اور مجرم ہو کر مرو گے اور تعلیم پر توجہ دلانے کے لئے صرف حکمی ہی نہیں دی گئی بلکہ امیرین بھی دلائی گئیں اور علاوہ اسکے یہ بھی انتظام کیا گیا کہ چودہ سو برس تک ان میں سلسلہ نبوت برابر چلا آیا ان پر بے بنی کے کوئی زمانہ نہ آیا اور خود حضرت موسیٰ نے ان کو اپنے مرنے کے وقت بیوہ عورت کی طرح نہیں چھوڑا بلکہ خدا کے حکم سے بااوقف یثوعا بنی کو اپنا قائم مقام کر دیا اور پھر یہ سلسلہ نبیوں کا ایسا سیرا بران کی محافظت کرتا آیا کہ دنیا میں اس کی کوئی بھی نظیر نہیں۔ ذرا اپنے تعصبوں سے خالی ہو کر سوچو کہ...

کیا ممکن تھا کہ یہودی توریت کی تعلیم کو جو توریت کا اصل مقصود تھا جس کو انہوں نے صدائیموں کی معرفت سنا تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ انکو تازہ بتازہ سبق ملتا تھا۔ اور جس پر عملی طور پر ان کے باپ دادا سے پابند چنے آتے تھے ایسا بھول جاتے کہ تثلیث اور کفارہ سے بالکل انکاری ہو جاتے۔ خدا کی ذات اور صفات کی نسبت جو توریت کی تعلیم تھی وہ صرف قصوں کے رنگ میں توریت میں نہیں تھی بلکہ یہودیوں کے دلوں میں ڈالی گئی تھی۔ ان کے بچے اور بوڑھے عورتیں بھی اس تعلیم سے خبر رکھتی تھیں۔

جبکہ تثلیث اور کفارہ مسیح سے انکار کرنا ایسا سخت کفر ہے کہ جسکے ترک

کرنے میں ابدی جہنم کی سزا ہے تو کیونکر خیال میں آ سکتا ہے کہ نبیوں نے اس ...  
 عقیدہ کی تعلیم کو گول مول بیان کیا ہو بلکہ اس صورت میں بڑا فرض ان کا تو یہی ہوتا  
 چاہئے تھا کہ وہ بار بار ایسے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان کرتے اور کوئی ایسا لفظ منہ  
 پر نہ لاتے جو اس عقیدہ کے منافی ہو تا پس یہ انہوں نے کیا کیا کہ تمام کتابوں کو توحید  
 کی تعلیم سے بھر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف توحید ہی یہودیوں کے ذہن نشین ہو گئی اگر  
 نبی لوگ تثلیث کی مسلسل تعلیم دیتے چلے آتے اور اپنی بعثت کی علت غائی اسی کو ٹھہراتے  
 تو کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اس تعلیم سے بے خبر رہ سکتے جبکہ اصل مدارجات کا تثلیث اور  
 مسیح تھا تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سے اور دوسرے نبیوں نے اس اہم مسئلہ کو کیوں چھپایا  
 اور شایع نہ کیا اور اگر شائع کیا تھا تو کیا وجہ کہ توریت میں اس تعلیم کا نام و نشان نہیں  
 پایا جاتا اور کیا وجہ کہ یہودیوں کے تمام فرقے اس تعلیم سے ایسے بے خبر رہے جیسا کہ  
 ایک مسلمان کا بچہ ہندوؤں کے دیوتا۔ پوجا کے طریقوں اور بت پرستی کے منتر و نیچے غفر  
 ہوتا ہے۔ یہ بات کس کو معلوم نہیں کہ یہودی نہ آج سے بلکہ قدیم سے تحریر اور تقریر  
 کے ذریعہ سے یہی گواہی دیتے آئے ہیں اور اب بھی دیتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں  
 تثلیث اور کفارہ کا نام و نشان نہیں نہ خدا کے دنیا میں مجسم ہو کر آنے کی ان کو امید  
 دلائی گئی ہے۔ فرض کیا کہ یہودی فاسق تھے ظالم تھے خونی تھے لیکن اس قدر بے انصافی  
 نہیں کہ ہم یہ رائے ظاہر کریں کہ انہوں نے اتفاق کر کے تثلیث اور کفارہ  
 کی تعلیم کو جو ان کے ایمان کا مار ہونی چاہئے تھی توریت میں سے نکال دیا اور بجائے  
 اس کے ایک سادہ توحید جو بالکل قرآن کے موافق ہے توریت میں لکھ دی +  
 ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ہزاروں اختلافات کے جو یہودیوں میں پائے جاتے ہیں  
 اس بات میں ان کے تمام فرقے متفق ہیں کہ کبھی ان کو تثلیث اور کفارہ کی تعلیم نہیں  
 دی گئی۔ ان دنوں میں کئی فاضل یہودیوں سے خط و کتابت کر کے ان سے یہ امر استفسار

کیا گیا کہ آپ لوگوں کو جیسا کہ انجیل سے انکار ہے ویسا ہی قرآن سے بھی ہے اسلئے ہم آپ کو قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کے بارے میں تو ریت کی تعلیم عیسائیوں کے کثرتِ تلیث اور کفارہ سے مشابہ ہے یا قرآن کی تعلیم سے مشابہ تو انہوں نے بڑی صفائی سے جواباً خطوط بھیجے اور تحریر کیا کہ تو ریت میں خدا کے بارے میں سلسر خدا کی تعلیم ہے ایک حرف بھی تو ریت کی تعلیم کا ایسا نہیں ہے کہ تلیث اور کفارہ پر دلالت کرتا ہو اور لکھا کہ وہ تعلیم قرآن کی تعلیم کے بالکل موافق اور تلیث اور کفارہ کی تعلیم سے بالکل مخالف اور منافی ہے اور توجہ دلائی کہ تو ریت موجود ہے۔ اور نبیوں کی تمام کتابیں موجود ہیں خود دیکھ لو کہ ان میں تلیث اور کفارہ کی تعلیم کہاں اور کدھر ہے وہ چھپیات ان کی ہمارے دفتر میں موجود ہیں اور خود دیکھ دیں ہمارے اس برٹش انڈیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں ہر ایک براہ راست دریافت کر سکتا ہے۔

بیشک ایک خدا خوف اور طالب حق آدمی کو اس موقع پر غافلانہ طور پر نہیں گزرنا چاہئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ الہی مدرسہ میں سب سے پہلے تعلیم پانے والے یہودی ہیں جو خدا کی قوم کہلاتے رہے ہیں۔ پس اس سے زیادہ دنیا میں کونسا جیست افزا واقعہ ہو گا کہ باوجود اسکے کہ تو ریت کی تعلیم کو تازہ کرنے کے لئے چودہ سو برس تک متواتر نبی آتے رہے اور کثرتِ انبیاء کی وجہ سے کسی اجتہاد کی بھی حاجت نہ ہوئی۔ مگر بھی یہودی تلیث اور کفارہ کے مسئلہ سے بے خبر رہے اگر یہی مدارِ نجات تھا تو ان صدائیسویں کی زندگی پر افسوس ہے جو یہودیوں کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے اور پھر ان کو اصل تعلیم سے بے خبر رکھتے رہے۔ کیا یہ مقام غور نہیں کہ یہودیوں میں ایک بھی کوئی ایسا فرقہ نہیں کہ جس نے ایک ذرہ گمان بھی کیا ہو کہ ان کی نجات تلیث اور کسی کی صلیبی موت پر موقوف ہے پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر عیسائیوں کے تختہ کے سب تلیث کے قائل ہوتے تب بھی ایک



عیسائی کو خوش ہونے کے لئے کوئی بات ماتھ مین ہوتی مگر اب عیسائیوں کے لئے کس قدر تلخی اور ناخوشی کا مقام ہے کہ اندرونی ثبوت نے بھی ان پر خدا کی حجت پوری کر دی اور قرآن شریف کے نزول کے زمانہ میں بھی وہ فرقے موجود تھے جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے +

سبح کی ولادت آدم کی ولادت سے پہلے تھیں

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور یہودیوں کی پاک کتابوں اور یہودیوں کی اتفاق رائے اور خود عیسائیوں کے بعض فرقوں کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ تثلیث اور کفارہ مسیح کا مسئلہ نہ عقل سے ثابت ہے اور نہ نقل سے تو اب پانچواں امر یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا حضرت مسیح مین کوئی ایسی غلیصہ بات ہے جس سے ان کی نسبت خدائی کا گمان پیدا ہو سکتا ہے۔ سو جہاں تک انسانی طاقتیں زور سے گواہی دے سکتی ہیں۔ ہم اس گواہی کو پوری بصیرت اور پورے زور سے ادا کرتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا امر نہیں جس سے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت ثابت ہو جو ان کی خدائی کا گمان پیدا کرتی ہو مان بار بار انکی ولادت کو پیش کیا جاتا ہے مگر ہم تو اس پہلے انسان کو بھی خدا نہیں کہہ سکتے جس کے باپ اور مان دونوں نہ تھے اور ہم روز دیکھتے ہیں کہ صدیاں گزرے بغیر ذریعہ مان باپ کے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو کیا ہم ان کو خدا قرار دیریں یا خدا کے بیٹے سمجھ لیں۔ کیا کریں ہماری دانست میں تو قرآن نے حضرت مسیح اور انکی مان پر کیا بڑا احسان کیا ہے جو چھ سو برس کے بہتان گواہی تصدیق سے رو کر دیا اور حضرت مسیح کی ولادت کو اس طور سے مان لیا۔ جس سے حضرت مریم کی پردہ پوشی ہوئی ورنہ یہودی اس ولادت کی نسبت جو کچھ کہتے ہیں وہ اس لائق نہیں کہ اس جگہ اس کا ذکر بھی کیا جائے۔ غرض حضرت مسیح کی ولادت میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یونانی اور ہندی طبیبوں نے اس کی نظیریں دی ہیں کہ کبھی انسان محض

مان کے مادہ سے بغیر باب کے نطفہ کے پیدا ہو سکتا ہے۔  
 مان شاید کوئی یہ کہے کہ حضرت مسیح کا اپنے تئیں ابن الدنکنا انکی خدائی کی  
 دلیل ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ توریت صدام خدا کے بیٹوں سے بھری ہوئی ہے  
 بلکہ یعقوب کی نسبت یہ فقرہ ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ پہلا بیٹا ہے اور صرف خدا کے  
 بیٹوں کا ذکر نہیں بلکہ بعض جگہ تو خدا کی لڑکیوں کا بھی ذکر ہے اور ایک آیت میں بھی  
 ہے کہ تم سب خدا ہو اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ وہ تمام بیٹے غیر حقیقی تھے مگر  
 مسیح خدا کا حقیقی بیٹا تھا اصل بات یہ ہے کہ عیسائیوں نے اس خیال میں بہت دھوکا  
 کھایا ہے عارف جانتے ہیں کہ یہ عادت الہی ہے کہ خدا اپنے جن خاص بندوں کے پیار  
 کرتا ہے کبھی ایسے الفاظ ان کے حق میں بیان کر دیتا ہے کہ ایک جاہل ان الفاظ کو سنا کر  
 پکڑ کر باسانی اُنکو خدا بنا سکتا ہے آدم کو بھی انجیل میں خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ پس کیا وہ  
 وحقیقت خدا کا بیٹا ہے۔ پہلا مقدمہ تو یہی پیش آیا ہے ذرا اسکا تو فیصلہ کرو۔  
 یہ تو ان انبیاء کا حال ہے جنکا ذکر توریت میں آیا اور اگر اسی طرح کوئی خدا بن سکتا  
 ہے تو ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کے رو سے باسانی خدا ٹھہرا  
 سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انکے حق میں فرماتا ہے اید الہد فوق ایدہم۔ یعنی یہ  
 خدا کا ہاتھ ہے جو تمہارے ہاتھوں پر ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے  
 قل یا عباد الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الغفر الذنوب جمیعاً۔  
 یعنی کہ اے میرے بندو تم رجعت الہی سے ناامید مت ہو تمہارے گناہ بخشے جائیں گے  
 اب اس آیت میں تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے قرار دیا گیا اور نہ  
 صرف یہی بلکہ ان کو گناہ بخشنے کا اختیار بھی دیا گیا اب بتاؤ اس سے زیادہ نقلی طور پر  
 خدائی کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ اسی طرح اور بہت سی آیات قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ اگرچہ

توان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ایسی صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ ان کے مقابل پر حضرت مسیح کا ابن اللہ ثابت کرنا ایک باطل خیال ہو اور نہ صرف یہی بلکہ غلبہ اور قدرت جو الہیت کی ضروری صفت ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس بات کو غور کر کے دیکھو کہ جب آنحضرت نے دعویٰ نبوت کیا تو تمام قومیں آپ کی دشمن ہو گئی تھیں کیونکہ آپ دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے اس لئے تمام قوموں نے آپ کے نابود کر نیکا ارادہ کیا اور ایذا رسانی میں کسی نے کمی نہ رکھی بلکہ بعض بادشاہوں نے بھی کوشش کی کہ آپ کو گرفتار کر کے قتل کر دیں جس میں وہ نامراد رہے پھر وہ کیا راز تھا جسکی وجہ سے آپ تمام دشمنوں کے حملوں سے بچتے رہے؟ وہ آپ کے روح کا خدا سے ایک عینی در عینی تعلق تھا جو کسی انسان کو اس کی مانند نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ خدا کے لئے غیر فائدہ تھے اور خدا آپ کے لئے۔

صحابہ اور حواریوں کا خیال

یہودا حواری نے صرف تیس روپیہ لیکر حضرت مسیح کو گرفتار کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ حواریوں پر حضرت مسیح کے تقویٰ کا کیا اثر تھا لیکن آنجناب کے اصحاب چونکہ آپ کو بالکل خدا کا منظر دیکھتے تھے اسلئے برعکس یہودا حواری کے انہوں نے اپنے گھروں کے تمام عزیز مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیے اور انہوں نے اپنے پاک بنی کے سامنے وہ صدق دکھلایا جس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے کون اس یقین کے سمندر کی پیمائش کر سکتا ہے جو ان کے دلوں میں موجیں مار رہا تھا گویا وہ آنحضرت کے چہرہ سے خدا کا چہرہ دیکھتے تھے مگر معلوم نہیں کہ حواریوں کے دلوں میں حضرت مسیح کی نسبت کیا خیالات تھے جو پطرس جیسے بہشت کی کنجیوں کے مالک بھی نہ ایک دفعہ بلکہ تین دفعہ حضرت مسیح پر لعنت بھیجی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے ایک دنیا نے منصوبے کئے لیکن کچھ بھی نقصان نہ کر سکے بلکہ جس نے سر اٹھایا وہی مارا گیا۔

چنانچہ جب بد بخت خسرو پر ویز شاہ ایران آنجناب کے خون کا پیا سا ہوا اور اپنے سپاہی گرفتاری کے لئے روانہ کر دئے تو ایک رات بھی اس پر گزرنے نہ پائی کہ خدا نے اس کی خبر لے لی حالانکہ ثابت نہیں کہ آپ نے اس ہلاکت کے لئے کوئی دعا بھی کی ہو بلکہ جب سپاہیوں نے پکڑنے کے لئے پیغام پہنچایا تو آپ نے انہیں فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے اسکا جواب خدا دے گا تب دوسری صبح کہہ دیا کہ آج میرے خداوند نے رات کو تمہارے خداوند کو قتل کر دیا دیکھو منظم الوہیت اسے کہتے ہیں کہ ایک طرف تو خسرو پر ویز نے آپ کی گرفتاری کا ارادہ کیا اور دوسری طرف آسمانی حکم سے بلا توقف ملک الموت اسکی جان لینے کے لئے ایران پہنچ گیا۔

اس واقعہ کے مقابل پر جب ہم حضرت مسیح کی گرفتاری کا واقعہ دیکھتے ہیں تو نہایت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یسوع مسیح کی ساری رات کی دعاؤں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ناحق بے آرام رہے اور نیند بھی ضائع کی اور صبح ہوتے ہی ان کی گرفتاری کے لئے رومی سلطنت کی پولیس کا ایک سپاہی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ آیا اور یسوع مسیح گرفتار کر کے دن کے دس بجنے سے پہلے ہی حوالات جاکر داخل کر دیا۔ کیا یہی خدائی تھی جسکا یہ انجام ہوا ہم کسی شخص کا خدا سے کامل تعلق کس طرح اور کیونکر سمجھ لیں جب تک خدا کا فضل اقتدار کے ساتھ اسی دنیا میں اسپر نہ دیکھ لیں۔ مسیح ..... وہ شخص ہے کہ جس نے دعائیں کیں اور باقرار حضرات مسیحیان وہ دعائیں قبول نہ ہوئیں اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرد خدا ہے کہ جسکی تاکید بغیر دعا کمر بھی ہوتی رہی یہی وجہ ہے کہ جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس مرد کی تاکید میں خدا کی مددیں بارش کی طرح برس رہی ہیں تو وہ اسپر خدا ہو گئے اور بھیڑ بکری کی طرح اس کی راہ میں فوج کئے گئے اور صدق سے جانیں دین اور خدا کے دین میں کسی انسان کی پرستش جائز ہوتی تو وہ دنیا کے سب مصنوعی خداؤں میں سے

اسی برگزیدہ کو بڑا خدا سمجھتے اور اسی کی پرستش کرتے۔ جس ادب اور اطاعت کو انہوں نے ہمارے سید نبی اللہ کی نسبت اختیار کیا کبھی موسےؑ کی آنکھ نے نہیں دیکھا اور مسیحؑ کو دیکھنا نصیب ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مقابل پر جواریوں کی ایمانی کیفیت اگر دیکھنی ہو تو یہود کا نمونہ بار بار غور کر کے دیکھو اور اگر یہ نہیں تو جواریوں کے سردار پطرس کی آخری گواہی انجیل میں پڑھ لو۔ یاد رہے کہ جواریوں کے یہ اخلاق کے خوف تھے یہود نے کبھی ان کو ایک طمانچہ بھی نہیں مارا تھا اور خود وہ لوگ حضرت مسیح کی اپنی ہی قوم تھے اور وہ بھی باعثِ گم ہو جانے اکثر فرقوں کے بہت تھوڑے رہ گئے تھے اور زلت میں بسر کرتے تھے تاہم جواری لوگ حضرت مسیح کی زندگی میں کوئی وفاداری کا کام دکھلانہ سکے کسی کی ذرہ سی جھڑکی سے بھی الگ ہونے کو تیار ہو جاتے تھے کیا یہی اثر اس شخص کے دغظون کا ہونا چاہئے جو خدا کی قوتیں لے کر ظاہر ہو۔ غرض خدائی جلال محمدی زندگی سے ہی نمایاں ہے نہ یہ کہ ادائے لوگوں سے مار کھلتے پھیریں اور کچھ بھی خدا کی تائید ظاہر نہ ہو۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جبکہ امور متذکرہ بالا کے رو سے حضرت مسیح کی کوئی خدائی کی خصوصیت ثابت نہ ہو سکی تو کیا آپ کے اخلاق کے رو سے آپ کی خدائی پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ اس تلاش میں بھی ہم ناکام رہے اور ہماری شاپسندی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم گواہی دیں کہ حضرت مسیح کا ایک نیک خلق بھی عقلی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اخلاق دو قسم کے ہیں (۱) بعض دولت اور ثروت کی حالت میں ثابت ہوتے ہیں (۲) اور بعض ایسی حالت میں کہ اول عاجزانہ طور پر زندگی بسر کر کے دشمنوں سے طرح طرح کے دکھ اٹھائیں اور پھر انتقام لینے کے لئے پوری قدرت پالیں۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ ان دونوں حیثیتوں میں سے حضرت مسیح کے نصیب میں کوئی بھی حصہ اخلاق کا نہیں ہوا اگر وہ دولت اور ثروت کا زمانہ پالتے اور انواع اقسام کی



قیاضیان اور سخاوتین ان سے ظاہر ہوتیں تو ہم کہہ سکتے کہ وہ بڑے سخی اور فیاض تھے جنہوں نے اپنے وقت میں بیواؤں کو یتیموں کو مسکینوں کو بھوکوں کو قحطزدوں کو اپنے مال سے مدد دی مگر اب ہم کس ثبوت کی بنا پر ان کا نام سخی یا جواد رکھیں اور اگر وہ دکھ دئے جانے کے بعد قدرت اور حکومت کا زمانہ پاتے اور اپنے دشمنوں پر قابو پا کر پھر ان کو بخش دیتے اور انتقام نہ لیتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ بڑے عفو اور درگزر کرنے والے تھے کہ دشمن پر قابو پا کر پھر بخش دیا مگر اب ہم گوان سے محبت بھی رکھتے ہیں اور موسے کے سلسلہ میں سے ان کو ایک بزرگ نبی بھی سمجھتے ہیں مگر ان کے خلق عفو اور درگزر کا ثبوت کیا دین۔ غرض حضرت مسیح کا کوئی صلوٰۃ ثابت نہیں اور تاریخی واقعات کے ذریعہ سے ایک ذرہ بھی اخلاقی نیکی ان کی ثابت نہیں ہو سکتی یہاں بات ہو کہ ہم اپنے نیک خیال سے ان کو اچھا اور بزرگ نبی سمجھتے ہیں۔ ایسا خیال ہمارا محض ایمانی رنگ میں ہے نہ عرفانی۔ اور تحقیقی رنگ میں کیونکہ کوئی عقلی دلیل ہمارے ہاتھ میں نہیں۔

لیکن جب ان کے مقابل پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر نظر ڈالتے ہیں تو اعلیٰ درجہ کے ثبوت پر انجناب کے دونوں قسم کے اخلاق ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ عقل اور انصاف دونوں ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم آپ کے اخلاق فاضلہ کا اقرار کر لیں کیونکہ آپ کی سخاوت کے متعلق بڑے بڑے کافروں نے گواہی دی ہو کہ اس شخص کا نظیر سخاوت میں دنیا میں نہیں۔ چنانچہ صد ہا کتابیں ان واقعات سے بھری ہیں اور جب اپنے برابر میں برس تک دکھ اٹھا کر مکہ فتح کیا اور ان لوگوں پر قابو پایا جو ہزاروں خون ریزیوں کی وجہ سے اس لاپتہ تھے کہ ان کی بوڑھی اور جوان عورتیں اور شیرخوار بچے مع انکے قتل کو جاتے تو آپ نے تمام لوگوں کا گنہ بخش دیا اور کہا کہ آج میں تم سے وہ معاملہ کرتا ہوں کہ جو یوسف نے قابو پانے کے بعد اپنے بھائیوں سے کیا تھا جاؤ میں نے سب کو آزاد کر دیا یہ کہنا کہہ دالون کے لئے بڑا نشان ہوا اور سچائی کے قبول کرنے کے لئے انکے دل اچھل پڑے۔ اور طاقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

بالا ان کو کھینچ کر لے گئی اور شام ہونے سے پہلے ہی سب سے اسلام قبول کر لیا اب دیکھو کیسی صفائی سے ثابت ہوا کہ اخلاق فاضلہ جو خدا کی صفات کے ظل ہوتے ہیں یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ثابت ہیں اور آپ صرف سخی اور کریم النفس ہی نہیں ہیں بلکہ حلیم اور پاک سینہ اور دشمنوں کے گناہ بخشنے والے تھے غرض جنگوں کے میدانوں نے آپ کی شجاعت کو ثابت کیا اور داد و دہش نے آپ کی سخاوت ثابت کی اور دشمن پر قابو پا کر گناہ بخش دینے والے اعلیٰ درجہ کا حلیم اور رحیم ہونا ثابت کر دیا۔ (باقی آئندہ)

## بیسویں صدی کی عظیم الشان علمی دریافت

۱۔ پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ احمدی قوم نے اپنے امام کے ایسا سے ایک عظیم الشان تحقیقات شروع کی وہ تحقیقات اب اس حد تک مکمل ہو گئی ہے کہ ہم اسکے نتیجہ کی اشاعت کے قابل ہو گئے ہیں چنانچہ اسکا ایک حصہ کتاب کی صورت میں زیر طبع ہے اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس مضمون کو سیکرین کے صفحات میں شائع کریں جمیع ہم یہ ظاہر کریں گے کہ عربی زبان ام اللہ ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ یہ ظاہر کر نیکی کہ وہ زبان جن کی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ عربی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ عربی ہی نہیں ہے۔ ہم نتائج سے ناواقف نہیں ہیں جن پر زمانہ حال کے عالمان علم اللسان پہنچے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اولاً اس امر ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ بولی کئی میں اتحاد ہے۔

اور پھر اس امر پر شبہات پیش کئے گئے ہیں کہ سریانی اور دوسری زبانوں جھوٹا آریں زبان میں باہم کوئی تعلق ممکن ہے یا نہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا یہ اعلان علم اللسان کے مطالعہ کرنے والوں اور دوسرے لوگوں کے لئے عجیب اور حیرت افزا ہو گا۔ مگر ہم امید کرتے

ہین کہ ہمارا یہ دعوے محض اس بنا پر رد نہیں کر دیا جاوے گا کہ یہ اس تحقیقات کے مخالفت ہے جو یورپ کے عالمان علم اللسان نے کی ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ زبانوں کے سیمٹیک سلسلے (سربانی) پر پوری توجہ نہیں کی گئی اور خصوصاً اس شجرۃ اللسان کے اس بڑے ممبر کے متعلق جو علم اللسان کے متعلق بہت سے مغلق اور تاریک سوالات پر تنہا روشنی ڈالنے والا ہے اور یہ صرف اس لئے ہوا ہے کہ اس سوال کے حل کے لئے اصل مہمالح مطلوب تھا جسکے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سوال حل طلب رہا مگر اب کامل توجہ اور غائر مطالعہ کے بعد اس پردہ روشنی ڈالی گئی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس کی جائزہ قدر کی جاوے گی۔

۳۔ عربی لغت کی حیرت انگیز کثرت جو پیچیدہ اور باریک ضمائر انسانی کے لئے مفرد الفاظ پیش کرتی ہے اور نازک ترین خیالات کے اظہار کے لئے الگ اور متن الفاظ کا ہونا (باوصفیکہ یہ ان لوگوں کی بولی ہے جن کا طرز تمدن نہایت ہی سادہ اور جو بالکل جاہل اور جھکے خیالات کا سلسلہ نہایت ہی محدود ہے) ایسے قابل غور امور ہیں جنکو تمام عالمان علم اللسان نے تسلیم کر لیا ہے۔ مگر ان سب کے عجیب تر یہ امر ہے کہ جاہل بدوؤں کے بٹین الفاظ علوم عالیہ کی صداقتوں کے ان خزانوں کو ظاہر کرتے ہیں جن کی بابت ہمیں علم نہیں کہ کس قدر زمانہ و راز کے بعد وہ دنیا کو معلوم ہوئے ہیں مذہبی نظر سے بھی یہ کچھ کشتی کرنے والی بات نہیں ہے کہ تمام مقدس زبانوں میں سے (وہ زبانیں جن میں مذہبی قوانین اور شرائع دنیا پر ظاہر ہوئے) صرف عربی ہی ایک ایسی زبان ہے جو شاندار زندگی رکھنے والی زندہ زبان ہے اور یوں یہ اس مذہب کی عظمت اور زندگی کا اظہار کرتی ہے جس کو یہ دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے (یعنی اسلام کی)۔

بجائیکہ دوسری تمام زبانوں کی موت ان تمام اصولوں کی بوسیدگی اور موت پر دلالت کرتی ہے جو وہ تعلیم دیتی ہیں +